THE GAZETTE OF WEST PAKISTAN

PUBLISHED BY AUTHORITY

LAHORE, FRIDAY DECEMBER 20, 1963.

PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Annex-II

NOTIFICATION

The 20th December 1963

No. PAWP/Legis (238)/63/188 — The following Ordinance, approved by the Provincial Assembly of West Pakistan, in pursuance of clause (3) of Article 79 of the Constitution at its meeting held on 20th December 1963, is hereby published for general information:—

WEST PAKISTAN ORDINANCE NO. XXX OF 1963

THE WEST PAKISTAN PRESS AND PUBLICATIONS ORDINANCE, 1963

AN

ORDINANCE

to amend and consolidate the law relating to press and publication.

WHEREAS it is expedient to amend and consolidate the law relating to press and publication;

AND WHEREAS the Provincial Assembly is not in session and the Governor of West Pakistan is satisfied that circumstances exist which render immediate action necessary;

NOW, THEREFORE, in pursuance of the powers vesting in him under Article 79(1) of the Constitution of the Republic of Pakistan, the Governor of West Pakistan is pleased to make and promulgate the following Ordinance:—

PART I — PRELIMINARY

1. Short title, extent and commencement — (1) This Ordinance may be called the West Pakistan Press and Publications Ordinance, 1963.

(2) It extends to the whole of Pakistan.

(3) It shall come into force at once.

2. Definitions — In this Ordinance, unless there is anything repugnant in the subject or context, —

(a) "authenticated declaration" means a declaration made and subscribed under section 7 and authenticated under

زیرِ اهتمام : یونائیٹڈ پبلی کیشنز لمیٹڈ

شماره ۱۰ جلد ۳ ۴ تا ۱۱ مارچ ۱۹۷۸ء

محمود شام

ایگزیکٹو ایڈیٹر

اشرف شاد

شعبہ ادارت

عالمی امور رفیع احمد فدائی

ملکی امور مجاهد بریلوی

شہناز احمد

نمائندے

حیدرآباد حسن کامران

اسلام آباد ضمیر نفیس

لاہور نیکاف

پشاور ثناء اللہ

مظفرآباد جی ایم مفتی

ملتان قسور سعید مرزا

فیصل آباد خالد عباس سیف

خط و کتابت کے وقت لفافے پر متعلقہ شعبے کا نام ضرور درج کیجئے

پاکستان میں بذریعہ معمولی ڈاک

قیمت فی کاپی —— ۳ روپے

سالانہ	۵۲ شمارے	۱۴۰ روپے
ششماهی	۲۶ شمارے	۷۵ روپے

بذریعہ هوائی ڈاک

انگلستان، ڈنمارک، ناروے، فرانس، مغربی جرمنی، سویڈن، اٹلی، سوئیزرلینڈ، اسپین (یورپ) اور ایشیا میں :- جاپان، ملائیشیا، سنگاپور، ہانگ کانگ، چین،

سالانہ	۵۲ شمارے	۳۸۰ روپے
ششماهی	۲۶ شمارے	۱۹۵ روپے

ایران، عراق، سعودی عرب، کویت، سری لنکا، نیپال،

سالانہ	۵۲ شمارے	۲۳۵ روپے
ششماهی	۲۶ شمارے	۱۲۳ روپے

ریاست ہائے متحده امریکہ اور کناڈا،

سالانہ	۵۲ شمارے	۶۱۵ روپے
ششماهی	۲۶ شمارے	۳۱۵ روپے

آسٹریلیا، نیوزی لینڈ۔

سالانہ	۵۲ شمارے	۵۴۵ روپے
ششماهی	۲۶ شمارے	۲۸۰ روپے

دوبئی، ابوظہبی، افغانستان، بحرین، مسقط، قطر، شارجہ،

سالانہ	۵۲ شمارے	۲۶۵ روپے
ششماهی	۲۶ شمارے	۱۳۸ روپے

عالمی امور، ملکی امور
معیشت، کھیل، تعلیم،
فلم، میڈیکل، دفاع،

خط و کتابت کے لئے پوسٹ بکس ۳۱۹۵ کراچی ۲۹ فون ۴۳۵۶۷۳

ایڈیٹر، پبلشر، محمود شام مطبع، ایوب پیپرز، ناظم آباد فون ۶۱۵۸۹۱ مقام اشاعت، ۱۹۰-اے سی بلاک ۲، پی ای سی ایچ ایس، کراچی

خطوط

صرف صوبائی نہیں مرکزی قانون!

یہ تو اتفاق کہئے کہ ترنم کیس کا آغا چرچا ہوا کہ بالآخر پولیس بھی اپنی کارگذاریاں دکھانے پر مجبور ہو گئی۔ ورنہ کون جانے اس ملک میں کتنے ہی ایسے ترنم اور نیر ہوں گے جو اپنے غریب ماں باپ کی گود سے محروم ہو جاتے ہوں گے لیکن ان کے خاص عزیز و اقارب کی حد سے آگے کوئی چرچا تک نہ ہوتا ہوگا بہرحال اب جبکہ بچوں کے اغوا اور قتل اس قدر بھیانک صورت اختیار کر چکے ہیں کہ ذکر سے بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے تو ہم ارباب حکومت سے کہیں گے کہ وہ اس معاملے میں محض ضابطے کی کارروائی پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ ایسے ٹھوس اور بنیادی اقدامات کریں کہ اس وحشیانہ جرم کا واقعی سدباب ہو سکے۔ فی الحال حکومت سندھ نے کمسن بچوں کے اغوا کے لئے سزائے موت دینے کا اعلان کیا ہے۔ لیکن یہ اقدام محض صوبائی بنیاد پر کافی نہیں، کیونکہ بچوں کے اغوا کے جرائم سارے ملک میں ہوتے ہیں لہذا اس کے لئے مرکزی حکومت کو ملک بھر کے لئے یکساں قانون نافذ کرنا چاہیئے۔ (خورشید احمد کراچی)

ہاکی میچ کے ٹکٹ

۱۶ر فروری کو کراچی میں ہونے والے پاک بھارت ہاکی ٹیسٹ میچ کی آمدنی میں کم از کم ایک لاکھ روپے کا نقصان ضرور پہنچا۔ ۳ر فروری ۱۹۷۸ء کو ایک اشتہار شائع ہوا کہ اس میچ کے لئے ۱۰ روپے اور ۵۰ روپے کے ٹکٹ ۴ر فروری کو حبیب بینک کی شاخوں سے دستیاب ہوں گے۔ پھر ۸ر فروری کو اشتہار نکلا کہ ۱۰ روپے، ۵۰ روپے اور ۱۰۰ روپے کے ٹکٹ پاکستان ہاکی کلب کے اسٹیڈیم میں فروخت ہوں گے اس کے بعد ۱۳ر فروری کو اطلاع ملی کہ سب ٹکٹ فروخت ہو چکے ہیں لہذا جن لوگوں کو ٹکٹ نہیں مل سکے ہیں وہ ٹی وی پر میچ دیکھ لیں۔ ۱۶ر فروری کو خبر ملی کہ حبیب بینک میٹروپول اور مہران ہوٹل پر صبح ½9 بجے سے ٹکٹ ملیں گے۔ چنانچہ بہت سے لوگ ان جگہوں میں جا کر قطاروں میں کھڑے ہو گئے۔ ان میں بیشتر راولپنڈی، ملتان، سکھر وغیرہ جیسے دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے تھے لیکن ٹکٹ نہیں ملا۔ البتہ باہر بینک کے کچھ ملازموں کو بلیک میں ٹکٹ فروخت کرتے دیکھا گیا۔ کھیل کے دوران ہاف ٹائم میں گیٹ نمبر ۵ کھول دیا گیا اور بہت سے لوگ بلا ٹکٹ اندر داخل ہو گئے حالانکہ اگر صحیح طور پر ٹکٹ فروخت کئے جاتے تو یہ سب لوگ ٹکٹ خرید کر اندر جاتے۔ کھیل کے دوسرے دن خبر آئی کہ آدھا اسٹیڈیم خالی تھا۔ اس بد انتظامی کا ذمہ دار کون ہے؟

(عبد السلام، کراچی)

اسلامی نظام کا آغاز

کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ پہلے زندگی کے عام اور چھوٹے چھوٹے مسائل میں لوگوں کو نظام اسلامی کا پابند اور عادی بنایا جائے۔ مثلاً فلموں میں ناچ اور گانوں کی نمائش بند کی جائے۔ ٹی وی اور ریڈیو سے گانا بجانا ختم کر دیا جائے۔ آرٹس کونسل ثقافت کے نام پر ناچ گانوں کی جو محفلیں سجایا کرتی ہے۔ اس کا سلسلہ بند کیا جائے۔ اپاہج اور معذور لوگ جو سڑکوں اور گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ حکومت ان کے خورد و نوش کا انتظام کر کے انہیں بھیک مانگنے سے باز رکھے۔ عورتوں کو تنبیہہ کی جائے کہ وہ بے پردہ ننگے سر سڑکوں اور عام جگہوں پر نہ جائیں۔ اگر یہ اقدامات فی الفور شروع کر دیئے جائیں تو عوام کو یقین ہوگا کہ اسلامی نظام آ رہا ہے۔ پھر وہ اپنی اصلاح آپ ہی شروع کر دیں گے۔
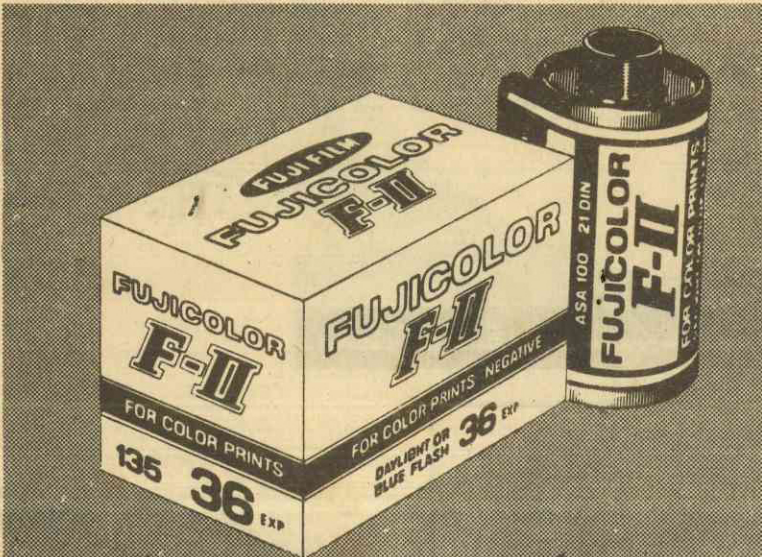
(سید عبد المتین شاہ، مسجد روڈ کوئٹہ)

کراچی

اشرف شاد

وہ ہینڈ گرنیڈ ہاتھ میں لئے کاک پٹ کی طرف بڑھا

جہاز — نئی دہلی لے چلو!

وہ کانپ رہا تھا، اس کی آواز بیٹھ گئی تھی لیکن انگلیاں گرنیڈ کی پن پر تھیں

پی آئی اے کے جہاز کے اغوا کی مختصر کہانی

پی کے ۳۰۱ — اسلام آباد سے روانگی کے لئے تیار ہے۔ ۱۰/۱ بجے صبح رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں پہنچتا ہے۔ اکانومی کلاس میں درمیانی نشستوں پر ۲۴ نمبر کی رو میں شلوار قمیض میں ملبوس ایک شخص بہت مضطرب بیٹھا ہے پانی منگا کر پیتا ہے، کبھی چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے اور ہر آنے جانے والے کو چونک کر دیکھتا ہے۔ اسکے برابر کی نشست پر بیٹھی ہوئی ایک خاتون اسے بڑی پریشانی سے دیکھتی ہیں۔ اور کہتی ہیں "تمہیں کیا تکلیف ہے آرام سے کیوں نہیں بیٹھتے"۔ وہ کوئی جواب نہیں دیتا صرف اس کا اضطراب بڑھ جاتا ہے۔ اچانک وہ کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنی شلوار کے نیفے میں ہاتھ ڈال کر ایک ہینڈ گرنیڈ برآمد کرتا ہے۔ اور نشستوں کے دونوں رو کے درمیان گزرگاہ پر کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں میں ہینڈ گرنیڈ پکڑے ہوئے ہے۔ انگلیاں پن پر ہیں اور پوری قوت سے چیختا ہے

"کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے"

کاک پٹ

کاک پٹ میں کیپٹن خسرو اور انکے برابر کو پائلٹ حسن جعفری، اور فلائٹ انجنیئر خواجہ نسیم جہاز کو بلندی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ جہاز اس وقت پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ چکا ہے۔ کہ جہاز کا ایک پرسر کیپٹن کو آ کر اطلاع دیتا ہے "جہاز پر ایک ہائی جیکر کا قبضہ ہو چکا ہے وہ کاک پٹ میں آنا چاہتا ہے" کیپٹن خسرو اس وقت جہاز کی پرواز کے ایک نازک موڑ پر ہیں۔ جہاز کو بلندی کی طرف لے جا رہے ہیں، کوئی رسک لینا نہیں چاہتے، وہ کہتے ہیں "ٹھیک اسے ہینڈل کرو اگر کاک پٹ کی طرف آنا چاہتا ہے اور بات کرنا چاہتا ہے تو آنے دو"

اسکے ساتھ ہی وہ کاک پٹ کو مقفل رکھتے ہیں۔ جہاز پرواز کرتا ہوا ۱۲ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ چکا ہے، پرسر آ کر پھر بتاتا ہے "ہائی جیکر قابو میں نہیں آ رہا"

ملگجے سے شلوار قمیض میں ملبوس ہائی جیکر ہینڈ گرنیڈ ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا ہے۔ جسم کانپ رہا ہے اور سخت نروس دکھائی دیتا ہے چیخنے کی وجہ سے اس کی آواز بھی بیٹھ چکی ہے۔ وہ ہینڈ گرنیڈ لئے ہوئے کاک پٹ کی طرف بڑھ رہا ہے ساتھ ہی آواز دے رہا ہے "جہاز دہلی کی طرف لے چلو"

وہ صرف چار نشستوں کا فاصلہ طے کر پاتا ہے کہ ایک شخص پیچھے سے اس سے لپٹ پڑتا ہے، ہائی جیکر غیر متوازن ہو کر نیچے کی طرف گرتا ہے جسکے ساتھ ہی وہ ہینڈ گرنیڈ کا لیور کھینچنے لگتا ہے دھواں نکلنا شروع ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی زبردست دھماکہ ہوتا ہے جہاز جھٹکا کھاتا ہے لیکن محو پرواز رہتا ہے دھماکے کے بعد عورتوں اور دوسرے مسافروں کی چیخ و پکار شروع ہو جاتی ہے لوگ اپنی سیٹوں سے اٹھ کر ادھر ادھر دوڑتے ہیں۔ جہاز میں خون اور گوشت کے چیتھڑے بکھر جاتے ہیں ہائی جیکر کا دایاں ہاتھ جس میں گرنیڈ تھا۔ کہنی کے نیچے سے الگ ہو کر لٹک جاتا ہے اس کے پاؤں اور چہرے پر زخم اور خراشیں آتی ہیں کچھ لوگ اس کے گرد جمع ہوتے ہیں ایک نوجوان سیٹ نمبر ۲۲ سے اٹھ کر اسے سہارا دیتا ہے اور پوچھتا ہے "تم نے یہ کیوں کیا" وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں بڑبڑاتا ہے "میں چار سو روپے مہینہ کماتا ہوں۔ میں نے منصوبہ بنایا تھا کہ دہلی جا کر پیسوں کی بات کروں گا۔" اس کے ساتھ ہی اس پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ آرمی کے ایک ڈاکٹر لیفٹیننٹ کرنل ایم کے اکبر زخمیوں کے لئے فرسٹ ایڈ کا انتظام کرتے ہیں ہائی جیکر اور اس سے لپٹ پڑنے والے شخص کے علاوہ افراد کو معمولی زخم آتے ہیں۔ کیبن کریوز مسافروں کو تسلی دینے اور سنبھالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جہاز اس وقت ۱۸ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے دھماکے کی آواز نے کیپٹن کے اعصاب کو بھی متاثر کیا ہے لیکن وہ پرواز کو کامیابی سے قابو کئے ہوتے ہیں اور اسلام آباد ایئرپورٹ واپس آنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

پی کے ۳۰۱ - پی آئی اے کے جمبو جیٹ جہاز کے اغوا کی یہ کہانی تھی جو مختصر وقت میں ختم ہوئی لیکن ایک بڑا المیہ ہوتے ہوتے رہ گیا ہائی جیکر جس کا نام سعید تھا لودھراں کا رہنے والا تھا اور کراچی میں ڈرگ روڈ پر رہتا تھا عبدالمالک نامی جس مسافر نے اسے پکڑ لیا جہاز اور اس کے مسافروں کی سلامتی خطرے میں ڈال دی تھی کیمبل پور کا رہنے والا ہے اور وہ مسقط جانے کے لئے کراچی آ رہا تھا۔ جہاز نے زخمیوں اور بعض ایسے افراد کو جو اس جہاز سے سفر کرنا نہیں چاہتے تھے اسلام آباد میں چھوڑ کر شام کو پونے پانچ بجے کراچی ایئرپورٹ پر لینڈ کیا مسافروں کا استقبال کرنے والوں کی

باقی صفحہ ۵۰ پر

احوالِ واقعی

اشرف شاد

بنگلہ دیش میں

فوجیوں اور سیاستدانوں پر مشتمل نئی

ضیاء الرحمن وردی اتار کر سیاسی حکومت کا سربراہ بننے کی تیاری کر رہے ہیں

برصغیر ایک بار پھر نئی سیاسی تبدیلیوں کی زد میں ہے۔

بھارت میں مارچ ۱۹۷۷ء میں عام انتخابات میں ہزیمت اٹھانے کے بعد مسز اندرا گاندھی اب مارچ ۱۹۷۸ء میں دوبارہ ایک بڑی قوت کے طور پر طلوع ہو رہی ہیں کرناٹک، آندھرا پردیش اور مہاراشٹر کے انتخابات میں حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ مسز اندرا گاندھی کا سیاسی وقار دوبارہ بحال ہو رہا ہے۔

بنگلہ دیش میں قائم ہونے والی فوجی حکومت کے سربراہ جنرل ضیاء الرحمان گذشتہ مئی کے ریفرنڈم میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اب سیاست میں داخلے کے لئے دروازے تلاش کر رہے ہیں۔ بنگلہ دیش نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کے قیام کا اعلان کرنے کے بعد یہ بات یقینی ہو گئی ہے کہ جنرل ضیاء الرحمان فوجی وردی اتار شہری لباس میں شہری حکومت قائم کر کے عنانِ حکومت مستقلاً اپنے ہی پاس رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

بھارت بنگلہ دیش میں تیزی سے رونما ہونے والی ان سیاسی تبدیلیوں کے ساتھ پاکستان کی سیاست میں ٹھہراؤ لانے کی کوشش کی گئی ہے سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد ہے۔ اس بارے میں کچھ کہنے اور لکھنے پر بھی مارشل لاء کے ضابطہ نمبر ۲۳ کے تحت پابندیاں عائد ہیں

لیکن بھارت اور بنگلہ دیش میں ہونے والی تبدیلیاں بہت کچھ کہتی نظر آتی ہیں۔ بھارت میں جمہوری روایتیں تیس سالہ پرانی ہیں ان کے مزاج میں جمہوریت رچ بس چکی ہے ان کے جمہوری ادارے اتنے مستحکم ہیں کہ دوسرے ادارے انہیں توڑنے پھوڑنے پر قادر نہیں ہیں اس لئے بھارت میں آنے والی تبدیلیوں کا انداز بھی جمہوری ہے۔ بھارت کے جمہور سننگے اور بھوکے عوام۔ اگر اندرا گاندھی کو واپس لانا چاہتے ہیں تو مصنوعی ذریعوں سے اس کی راہ میں مزاحمت نہیں ہو سکتی دایاں بازو کی فرقہ پرست جماعتوں کی بالادستی میں قائم ہونے والی حکمران جنتا پارٹی کو جو اپنی ناکامیوں اور وعدے فراموشیوں کی پاداش میں یہ دن دیکھ رہی ہے یہ لڑائی جمہوری طریقے ہی سے لڑنی پڑے گی اور انہیں خطرے کی گھنٹی سنائی دینے لگی ہے۔ کانگریس کی تقسیم بھی ان کے کام نہیں آسکی ہے۔ سرکاری کانگریس کے صدر سنجیوا ریڈی خود اپنے صوبے میں اندرا گاندھی کی کانگریس کے مقابلے میں زبردست ذلت اٹھانے کے بعد مستعفی ہو چکے ہیں اور اب کانگریس کے دونوں دھڑوں کو یکجا کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ جس کے بعد اس بات کے بہت واضح امکانات ہیں کہ کرناٹک کے علاوہ مہاراشٹر میں بھی اُن کی حکومت بن جاتے۔ جنوب فتح کرنے کے بعد اندرا گاندھی کا رُخ یقیناً دوسری سمتوں میں بھی ہے۔ جنتا حکومت کے خلاف انہوں نے علمِ بغاوت بلند کر دیا ہے۔ اور عوام نے یہ اشارے واضح کر دیئے ہیں کہ کامیابی کا یہ آغاز بھارت کے آئندہ انتخابات کے ذریعے اندرا گاندھی کی حکومت کے قیام پر منتج ہوگا۔

بنگلہ دیش

بنگلہ دیش کا مسئلہ بھارت سے مختلف ہے بنگلہ دیش کا ماضی پاکستان کی سیاسی تاریخ سے وابستہ ہے جس کے جمہوری ادارے کبھی مستحکم نہیں ہونے دیئے گئے۔ اسی لئے بنگلہ دیش سیاسی طور پر ابھی تک اسی ورثے پر زندہ ہے جمہوری ادارے یہاں بھی مستحکم نہیں ہو پاتے اور مجیب الرحمان کے

باقی صفحہ ۴۷ پر

صورتِ حال

محمود شام

مارچ

پاکستان کے لئے ہمیشہ فیصلہ کن رہا ہے

آٹے کی فراہمی اور دستیابی میں رکاوٹ کیوں؟

ایک ماہ کے لئے سیاسی سرگرمیوں پہ پابندی عائد کردی گئی ہے۔

مارچ پاکستان کے لئے ہمیشہ انتہائی اہم مہینہ رہا ہے قرارداد پاکستان اس میں منظور ہوئی۔ ۱۹۵۶ء کا پہلا آئین منظور ہوا۔ اس لئے ۲۳ مارچ یوم جمہوریہ کہلاتا ہے۔ پھر مارچ ۱۹۶۹ء میں یحییٰ خان مارشل لاء لگا۔ اس کا ہر حکم بھی ۲۵ مارچ سے نافذ ہوا کرتا تھا۔ یحییٰ خاں آئے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے تھے۔ بعد میں سربراہِ مملکت کا خلاء محسوس ہوا تو صدر مملکت بن گئے اور ۲۵ مارچ سے بنے۔ پھر مارچ ۱۹۷۱ء میں اس فوجی کارروائی ... آغاز کے نتیجے میں پاکستان بالآخر دو لخت ہوگیا۔ گذشتہ سال مارچ اس لئے اہم تھا کہ اس میں پہلی مرتبہ ایک سیاسی حکومت کے تحت پاکستانیوں کو براہِ راست اپنے نمائندے منتخب کرنے کا موقع ملا۔ پھر مارچ ۱۹۷۷ء اس لئے اہم ہوگیا کہ اس میں پاکستان کی پہلی منتخب سیاسی شہری حکومت کے خلاف تحریک کا آغاز ہوا۔ مارچ کا مطلب مارچ یعنی پیشقدمی ہوتا ہے لیکن ہمارے ہاں مارچ ۱۹۵۶ء کے بعد سے "رجعت قہقہری" کی علامت بن گیا ہے اور اب یکم مارچ سے جن محدود سیاسی سرگرمیوں کی اجازت تھی، وہ بھی ختم کردی گئی ہے۔ میں اس روز لاہور میں تھا۔ لاہور اس وقت مساوات کا ضمیمہ بیچنے والے ہاکروں کی ان آوازوں سے گونج رہا تھا "مولانا کوثر نیازی کو پیپلز پارٹی سے نکال دیا گیا"۔ ہم ایک جگہ بیٹھے اس اقدام کے نتائج پر غور کر رہے تھے۔ مرکزی کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لئے بلوچستان، سرحد، سندھ اور پنجاب سے پیپلز پارٹی کے رہنما لاہور پہنچ چکے تھے۔ لاہور میں گہما گہمی تھی۔ بیگم نصرت بھٹو ایک روز کے لئے نظر بند کردی گئی تھیں۔ اولمپک ہاؤس میں استقبالیہ کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ "مساوات" کے دفتر کے باہر میں نے شام کو پولیس دیکھی تھی۔ لاہور ریس کلب کے باہر پیپلز پارٹی کے دفتر کے نزدیک پنجاب ہاؤس کے باہر پولیس بھاری تعداد میں موجود تھی۔

اسی اثناء میں ایک صاحب پہنچے، انہوں نے خبر سنائی کہ سیاسی سرگرمیوں پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ ایک مہینے کے لئے۔ ہم یہ سوچ رہے تھے کہ ایسا کیوں ہوا۔ فوری وجہ کیا ہو سکتی ہیں۔ سندھ میں تخریب کے کچھ واقعات ہوئے، جن کی ذمہ داری پیپلز پارٹی کے کارکنوں پہ ڈالی گئی، انہیں گرفتار بھی کر لیا گیا۔ سندھ میں بےنظیر کا دورہ انتہائی کامیاب دورہ تھا۔ پنجاب میں استقبالیے زور شور سے ہو رہے تھے۔ پھر بھی اتنے بڑے ہنگامے کہیں نہیں ہوئے تھے، جس سے امن و امان کو خطرہ لاحق ہو جاتا۔ مارشل لاء حکام اتنے کمزور اور نرم بھی نہیں ہیں کہ وہ حالات کا سختی سے نوٹس نہ لیں۔ کسی جگہ بھی امن و امان کی صورتِ حال پیدا نہیں ہو رہی تھی۔

بی بی سی نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ چیئرمین بھٹو کے مقدمے کا فیصلہ ہونے والا ہے شاید اس لئے سرگرمیوں پر مکمل پابندی لگا دی گئی ہے۔

سرکاری ترجمان کی طرف سے حسبِ معمول اس پابندی کا تفصیلی جواز بتایا گیا ہے۔ حکومت کے نزدیک اس کا جواز جو بھی ہو، درست ہے کیونکہ حکومت کی اپنے معاملات پہ گہری نظر ہوتی ہے اس کو اطلاعات فراہم کرنے والی خفیہ ایجنسیاں بھی کافی تعداد میں ہیں اور وہ دن رات اس سلسلے میں کام کرتی ہیں۔

ایک مہینے تک سیاسی سرگرمیاں نہ ہونے کے باعث کیا کچھ ہوگا اور کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ یہ ہر باشعور شخص سمجھ سکتا ہے اور بھانپ سکتا ہے۔ ہمارا ملک بھی خوب ہے کہ یہاں سیاست سب سے زیادہ برا کام قرار دی گئی ہے سیاستدان جو ملک چلانے کے سب سے اہم فریضے کو انجام دیتے ہیں وہ نااہل بھی قرار پا رہے ہیں۔ ان کے سکینڈل بھی سامنے لائے جا رہے ہیں۔ سیاست کو ایک ادارے کے طور پر بالکل مسترد کیا جا رہا ہے۔ ہر قسم کی سرگرمیوں کی اجازت ہے سیاسی سرگرمیوں کی نہیں، پہلے یہ اجازت محدود تھی۔ اب بالکل ختم کردی گئی ہے۔ سیاسی سرگرمیاں کیا ہوتی ہیں۔ جلسے جلوس،

استقبالیے، مختلف اداروں میں تقریریں، اپنی پارٹیوں کے اجلاس۔ ملک کو درپیش حالات اور مسائل کے حل تجویز کیے جاتے ہیں۔ لوگ اپنی تکالیف بیان کرتے ہیں۔ حکومت وقت کی اس طرف توجہ دلاتے ہیں۔ ایسی سرگرمیوں سے نہ ملک خطرے میں پڑتا ہے نہ ملک کا امن و امان۔ البتہ توڑ پھوڑ سے، پہیہ جام ہڑتالوں سے، قتل و غارت سے ملک خطرے میں پڑتا ہے۔ لیکن مارچ ۱۹۷۷ء سے لے کر جون ۱۹۷۷ء تک یہی کچھ ہوا تھا اور مسٹر بھٹو نے ایک حکومت کے طور پر اسے ختم کرنے کی کوشش کی تھی، تو اس توڑ پھوڑ کو عظیم اسلامی تحریک کا نام دیا گیا۔ اور مسٹر بھٹو کو جابر کا نام دیا گیا۔ مسٹر بھٹو نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر رکھی تھی، تو اسے بجا طور پر اظہارِ رائے پر پابندی قرار دیا گیا۔ پاکستان کے حالات بار بار ثابت کر چکے ہیں کہ پاکستانی قوم سختی سے قابو میں نہیں آتی، یہ پیار و محبت سے قابو میں آتی ہے، وقت کی رفتار پر کسی کو قابو نہیں ہے۔ وقت گذر جاتا ہے۔

ملک اس وقت جس نازک صورتِ حال سے گذر رہا ہے۔ اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ سب تلخیاں مٹا دی جائیں اور صرف ملک کی فکر کی جائے۔ لیکن اس وقت مشکل یہ ہے کہ کوئی بھی غیر جانبدار نہیں ہے۔ سب ایک دوسرے کو ملک کا دشمن قرار دے رہے ہیں۔ بنیادی ذمہ داری عبوری فوجی انتظامیہ کی ہے کہ وہ جس بنیادی مقصد کے لئے آئی ہے یعنی انتخاب کروا کے ملک منتخب نمائندوں کے سپرد کر کے واپس جانا اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ انتخابات کے لئے موزوں اور مناسب فضا تیار کرے۔ یہ فضا سب پارٹیوں کے ساتھ ایک سا رویہ اختیار کرنے سے ہی تیار ہو سکتی ہے۔ احتساب کا نیک کام۔ طویل ہوتا جا رہا ہے۔ اس سے لوگوں کے مسائل حل نہیں ہو رہے ہیں۔ سابق وزراء پر بدعنوانیوں کے مقدمات سے آٹے کی تلاش میں مارے مارے پھرنے والے غریب عوام کو آٹا نہیں مل سکتا۔ مارشل لاء حکام کو سب سے پہلے چاہیئے کہ وہ آٹے کی فراہمی اور دستیابی کا نظام درست کریں۔ آٹے کی ملوں کی واپسی سے مل مالکان کے دن تو پھر گئے ہیں لیکن ان ملوں کے مزدوروں اور آٹے کے صارفین کے اوقات بہت تلخ ہو گئے ہیں اس میں کوئی مبالغہ ہے نہ سنسنی۔ یہ دو مہینے بڑی مشکل کے بتائے جا رہے ہیں۔ کوئی بھی حکومت جو کرسی میں ہو، اس کی ذمہ داری اس پر ہوتی ہے کہ وہ خلقت خدا تک سب سے بنیادی ضرورت آٹے کی فراہمی پوری کرے۔

اب ایک مہینے تک تمام سیاستدان اپنی زبان بند رکھیں گے۔ پریس کانفرنس ہوگی، استقبالیہ ہوگا، نہ سیاسی بیان جاری ہوگا، نہ کوئی کسی کو انٹرویو دے سکے گا۔ اس عرصے میں جنرل ضیاء سیاستدانوں کو پٹرول اور گیس کے مسئلے پر معلومات فراہم کریں گے۔ افغانستان کے صدر داؤد پاکستان تشریف لائیں گے۔ کیلاہان اور شہنشاہ ایران کی طرح ان سے سیاستدانوں کی ملاقات کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد اور بھی غیر ملکی مہمانوں کی آمد متوقع ہے۔ بھارت سے تعلقات میں بھی پیش رفت ہوگی۔ لیکن کسی مسئلے پر سیاستدان اپنی رائے کا اظہار نہیں کر سکیں گے ہمیں صرف عبوری فوجی انتظامیہ کے ارکان، اور بیورو کریسی کے خیالات سننے کا موقع ملے گا۔ یہ تجربہ ہمارے لئے نیا نہیں ہے۔ ۱۹۵۸ء میں ایسا ہو چکا ہے صرف ۲۰ سال پیچھے لوٹنا پڑے گا لیکن کوئی بھی باشعور یا سیاسی ذہن رکھنے والا شخص ۲۰ سال پیچھے کیسے سوچ سکتا ہے یہ ایک دانشورانہ مسئلہ ہے۔ دانشوروں پر بہر حال کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی ہے۔ وہ جس طرح چاہیں سوچ سکتے ہیں خیر ہے کہ ہمارا ادائیگیوں کا توازن برقرار رہا ہے۔ ہمارے دوستوں نے نازک حالات کے باوجود مدد کی ہے البتہ آئندہ مالی سال کے لئے ضروری قرضوں کی تفصیلات ابھی طے نہیں ہوئی ہیں کوششیں جاری ہیں۔ سال کے آخر کی وجہ سے کچھ زرِ نقد کی پوزیشن بھی متاثر ہو رہی ہے۔ لیکن شریفانہ ڈپلومیسی کی وجہ سے سب ٹھیک ہو جانے کی امید ہے

سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگنے سے پہلے

جمعرات ۲۳ فروری

- انتخابات میں تاخیر مسائل کو اور الجھا دے گی۔ چیئرمین بھٹو کے خلاف کردار کشی کی مہم بری طرح ناکام ہو گئی ہے۔ لاہور میں استقبالیہ سے بیگم نصرت بھٹو۔ شیخ رشید اور ڈاکٹر غلام حسین کا خطاب۔ (مساوات)
- بے نظیر کو چیئرمین بنایا گیا تو پیپلز پارٹی انتشار کا شکار ہو جائے گی۔ کارکنوں اور لیڈروں کی آرزو ہے کہ پارٹی "فیملی لمیٹڈ کمپنی" میں تبدیل نہ ہو۔

مولانا کوثر نیازی کی پریس کانفرنس (جنگ)

- سندھ کے نوجوان رہنما مخدوم خلیق الزماں مارشل لاء کے تحت گرفتار کر لئے گئے۔

جمعہ ۲۴ فروری

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے سبی میں اعلان کیا ہے کہ ان کی حکومت انتخابات صرف اسی وقت کرائے گی جب انہیں اور ان کے ساتھیوں کو یہ یقین ہو جائے کہ انتخابات کے مثبت نتائج برآمد ہوں گے

- انتخابات جب بھی ہوئے پیپلز پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوگی۔

پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کا اعلان (مساوات)

- ہالہ میں جلوس نکالنے اور ریل گاڑی کو آگ لگانے کی کوشش۔ ۱۴ افراد گرفتار۔ مخدوم خلیق الزماں کی گرفتاری کے خلاف احتجاج۔

ہفتہ ۲۵ فروری

- ٹکا خان یکم مارچ کو عملی سیاست میں حصہ لینے کا اعلان کریں گے
- ہالہ کے پچاس افراد کو قید اور کوڑوں کی سزا سنا دی گئی
- عارف اقبال بھٹی کے مکان پر بیگم بھٹو کا پُرجوش استقبال (مساوات)

اتوار ۔ ۲۶ فروری

- سرمایہ دار کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا نہیں دیا جا سکتا۔ مثبت نتائج کا انتظار کرنے والے فوراً انتخابات کرائیں۔ (شیخ رشید)
- محکمہ انہار کی غفلت سے نہر شاہ پور جاکریں شگاف۔ پولیس نے پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ (مساوات)
- انتخابات میں تاخیر چاہنے والے سیاست سے

باقی صفحہ ۴۷ پر

کراچی

شہناز احمد

ترنم کیس

ہمیں کچھ پتہ نہیں = غلط پکڑا کہ صحیح ؟

جرائم کی تاریخ میں کراچی کی ترنم کا لرزا دینے والے اغوا اور قتل کا معمہ پولیس کی جانب سے ملزمان کی گرفتاریوں کے باوجود ہنوز الجھاؤ ہی کا شکار ہے۔

۱۲ فروری کو ترنم کے سوئم میں خواتین سے گفتگو کے دوران یہ کہنے والی کہ "ہمیں سمجھ نہیں آتا کس بات کے لئے خاموش ہیں؟ اب تو سب کچھ ہو گیا۔ اب کس چیز کا انتظار ہے سب کو پتہ ہے قاتل اسی علاقے میں ہیں مگر بتاتے نہیں، پتہ نہیں کیا مصلحت ہے؟ ان جملوں پر میرے چونکنے اور مجھ سے گفتگو کرنے والی خاتون ترنم کی تائی اور نیّر کی والدہ شمیم فاطمہ تھیں۔ انہوں نے میرے مزید استفسار پر یہ بھی کہا تھا وہ کیسے کچھ کہہ سکتی ہیں کہ انہیں تو اغوا کی خبر بھی اخبار سے ملی، انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ "جیسے آپ لاعلم ہیں ایسے ہی ہم بھی ہیں۔ ہم سے کسی نے کچھ کہا نہیں گھر میں بچوں سے لوگوں سے سن رہے ہیں طرح طرح کی باتیں" اس موقعے پر انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ بیوہ ہیں، نارتھ ناظم آباد میں رہتی ہیں۔ ان کا بیٹا ملازمت کرتا ہے وہی گھر کا واحد کفیل ہے"

ان کی اس دن کی گفتگو سے اس بات کی کھلی وضاحت مل رہی تھی کہ دونوں گھرانوں کے مراسم خوشگوار نہیں۔

موجودہ ملزمان کی گرفتاریوں سے چند گھنٹے قبل فون پر ہونے والی گفتگو میں عزیز بیگ نے بتایا تھا "ان کا پولیس سے کوئی رابطہ نہیں، وہ کیا کر رہے ہیں انہیں کچھ علم نہیں، انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ انہیں کسی پر شبہ نہیں ہے، پولیس جو کچھ کر رہی ہے اپنے طور پر" ان ہی اوقات میں تھانے کے ایس ایچ او نے کہا تھا "ہنوز تلاش جاری ہے ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی لیکن امید ہے کہ جلد ہی ملزمان پکڑے جائیں گے

انہوں نے اس موقع پر اخبارات میں شائع ہونے والی تمام خبروں کی تردید کرتے ہوئے انہیں من گھڑت بھی قرار دیا تھا۔

ہر دو افراد سے گفتگو کے محض چند گھنٹوں بعد ہی موجودہ ملزمان کی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔

ترنم کی والدہ

نیّر اور دیگر لڑکوں کی گرفتاری کے ساتویں دن ترنم کی والدہ نے ایک ملاقات میں مجھے بتایا کہ نیّر کی گرفتاری کے تذکرے پر "ہمیں کچھ نہیں پتہ غلط پکڑا کہ صحیح" انہوں نے بتایا کہ نیّر کی گرفتاری انکے گھر سے رات کے وقت نیّر کی والدہ کی موجودگی میں ہوئی۔ پولیس نے کچھ نہیں پوچھا نہ کہا، نیّر کو باہر بلوایا اور گرفتار کر لیا۔ انہوں نے اس بات کی تردید کی کہ نیّر انکے یہاں رہتے تھے۔ وہ اس بات سے بھی لاعلم ہیں کہ نیّر کی گرفتاری کے بعد پولیس نے عزیز بیگ سے رابطہ قائم کیا کہ نہیں۔ ان کے بیان کے مطابق نیّر کی والدہ اور بہنیں سقوط ڈھاکہ کے بعد ۲ ماہ تک ان کے ساتھ رہی تھیں، بعد ازاں انکے حالات سنبھلے تو علیحدہ ہو گئے۔ انکا کہنا ہے خاندانی تعلقات کشیدہ نہیں تھے۔ اور عزیز بیگ علیحدگی کے باوجود حسب حیثیت نیّر کے اہل خاندان کی سو دو سو روپے ماہوار کی مدد کرتے تھے۔ نیّر کی والدہ کے خود ہی منع کرنے پر خاصے عرصے سے انہوں نے مالی امداد کا سلسلہ بند کر دیا تھا۔

انہوں نے نیّر کی ذات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:-

"بذات خود پانچ وقت کا نمازی تھا۔ کبھی بدتمیزی نہیں کی کسی سے جھگڑا نہیں کیا۔ انکے بقول کبھی اونچی آواز سے بات نہیں کی" ساتھ ہی انہوں نے سسکیاں دباتے ہوئے کہا "ہمارے دل میں ذراسی غلط فہمی نہیں تھی۔ اگر شبہ بھی ہوتا تو سب سے پہلے آگے کرتے کہ بچی کا قاتل یہ ہے لیکن ابھی بھی کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کیا سچ ہے کیا جھوٹ۔ ترنم کی والدہ نے تمام اخباری خبروں کی تردید کرتے ہوئے کہا "مجھے کچھ پتہ نہیں ہر شخص اپنی اپنی بولی بول رہا ہے انکا کہنا ہے پولیس کو ان ہی لوگوں سے پوچھ گچھ کرنی چاہیئے جو ہر روز نئی خبر لگاتے ہیں۔ انہوں نے سختی سے کہا ہم اب بھی یہی کہتے ہیں کہ ہماری کسی سے دشمنی نہیں ہے۔

نیّر کی والدہ کی متذکرہ بالا گفتگو کی ان سے وضاحت چاہی تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا انکے علم میں ایسی کوئی بات نہیں پتہ نہیں انہوں نے کس پس منظر میں یہ بات کی ہو گی۔ انہوں نے بتایا کہ نیّر کی والدہ بیٹے کی گرفتاری کے بعد سے انکے ہاں نہیں آئی ہیں نہ ہی وہ لوگ گئے ہیں۔

بیگم عزیز نے بتایا کہ عزیز بیگ چار بھائی اور دو بہنیں ہیں، ان میں نیّر کے والد کا انتقال ہو چکا ہے، ان کے کہنے کے مطابق نیّر کے والد کا ڈھاکہ میں چھوٹا سا ورکشاپ تھا جس سے بچوں کا پیٹ پالنے جتنی آمدنی تھی۔ عزیز بیگ کے ایک بھائی اب بھی بنگلہ دیش میں ہیں۔ انکے چھوٹے بھائی جمیل بیگ کا قیام انکے ساتھ اور ملازمت انکی کمپنی ہی میں ہے۔ ان کا کہنا تھا عزیز بیگ کے متعلقہ دوست (مالک ڈرائیور مشتاق) سے تعلقات ٹھیک ٹھاک ہیں۔ انکے دوست متعلقہ کمپنی کے سیلز ڈسٹری بیوٹر ہیں جبکہ عزیز بیگ منیجر ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ عزیز ہمیشہ سے ملازمت کر رہے ہیں کبھی بزنس نہیں کیا۔ اتنا کہتے کہتے یکدم ان کی سسکیاں تیز ہوئیں انہوں نے بمشکل تمام کہا "کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کہیں، لگتا ہے مکان مصیبت بن گیا ہے سب کراسی پر

اعتراض ہے۔ جبکہ اچھا مکان ہمیشہ سے میرا شوق تھا۔ قاتل کون ہے؟ دشمن کون ہے؟ مل جائے تو اپنے ہاتھ سے بوٹیاں نوچ ڈالوں۔ انہوں نے پرانے الفاظ دہراتے ہوئے کہا "گولی مار دیتے زہر دیدیتے مگر اذیتیں کیوں دیں۔ میں کیسے بھول جاؤں میری زندہ بچی کو چھ دن اپنے پاس رکھا۔ کیوں رکھا؟"

موضوع گفتگو بدلتے ہوئے میں نے ان سے نیّر کے گھر کا پتہ پوچھا تو گھر کے سارے فرد ایڈرس سے لاعلم نکلے۔ کسی کو پتہ تک معلوم نہیں کہ وہ نارتھ ناظم آباد کے کس بلاک میں رہتے ہیں، انکے گھر کو کون سی سڑک جاتی ہے؟۔ بعد مشکل بیگم عزیز اتنا اشارہ بتا سکیں کہ سخی حسن کی طرف ہے۔ میرے ساتھ باہر نکلتے ہوئے انہوں نے دوبارہ کہا "دعا کریں، کوشش کریں کہ اصل قاتلوں کو سزا ملے بے قصور مارے گئے تو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

نیّر کی ماں

نارتھ ناظم آباد کے بلاک این میں۔ ۳۶۱۔اے ڈھونڈتے ہوئے میں نے ایک لڑکے سے پتا پوچھا تو اس نے فوراً نیّر کا حوالہ دیا اور میرے پوچھنے پر کہ وہ کیسا لڑکا ہے؟ اس نے تیزی سے کہا "بہت اچھا، بہت شریف، محلے میں سب سے الگ تھلگ، نہ کسی کے لینے میں نہ دینے میں، دبلا پتلا کمزور نحیف سا۔ دوسروں کو لڑتے دیکھ کر خوفزدہ ہو جانے والا۔ یقین نہیں آتا کہ وہ ایسا کام کر سکتا ہے"

نیّر کے گھر میں داخل ہوئی تو اسکی والدہ کمرے کے دروازے میں بیٹھی مل گئیں۔ مجھے دیکھ کر چونکیں لیکن میرے پوچھنے پر آپ نے مجھے بھیجا نا؟ انہوں نے اقرار میں سر ہلا دیا۔

آپ کیا کہتی ہیں نیّر کی گرفتاری اور تمام حالات پر؟ یہ پوچھنے پر انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میرا بچہ ایسا نہیں ہے۔ اس نے میری کتنی مدد کی ہے کسی سے پوچھ لیں۔ میں اسکے سوا بیٹے کے لئے کچھ نہیں کہہ سکتی، پولیس نے مار مار کر بات منوائی ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے حقیقت کیا ہے؟۔ اس نے کبھی غلط کام نہیں کیا۔ اس کے دوست احباب بہت کم تھے۔ گھر پر کوئی نہیں آتا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ بہت کمزور لڑکا ہے اونچی آواز میں بات کرو تو کانپنے لگتا ہے۔

شمیم فاطمہ نے بتایا کہ "عزیز بیگ کے گھرانے سے تعلقات بہت اچھے ہیں پیسے یا کسی بھی معاملے پر کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ نیّر کہتا تھا چچا باپ کے برابر ہیں انہوں نے بتایا کہ نیّر کی گرفتاری کے بعد سے تمام سسرالی رشتہ داران سے برابر ملنے آرہے ہیں۔ خود عزیز بیگ بھی کئی بار آچکے ہیں" وہ کہتے ہیں "بھابی آپ یقین کرلیں میں نہیں کروں گا۔ نیّر کبھی ایسا نہیں کرسکتا"

نیّر کی والدہ کا کہنا ہے عزیز بیگ ہی انکے سرپرست ہیں۔ وہی انکی مالی امداد کرتے ہیں ہر معاملے میں ان کا عمل دخل ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا آپکو ترنم کے اغوا کی خبر کب اور کیسے ملی تھی؟ انہوں نے کہا اسی شام عزیز بیگ بتانے آئے تھے اور وہ اسی وقت چلی گئیں تھیں نیّر بھی خبر سنتے ہی چچا کے گھر چلا گیا تھا۔ تب ہی میں نے انکی سابقہ گفتگو کا حوالہ دیکر وضاحت چاہی تو انہوں نے تمام باتوں سے منکر ہوتے ہوئے کہا "ہمیں کچھ نہیں پتہ ہم تو جو سن رہے تھے وہ کہہ دیا، کیا سچ ہے کیا غلط خدا ہی جانتا ہے" انہوں نے روتے ہوئے کہا میں یہ سب باتیں بحیثیت نیّر کی والدہ کے نہیں کر رہی ہوں، حلفیہ بحیثیت انسان کے کر رہی ہوں۔ انہوں نے کہا وہاں ہزاروں قسم کی باتیں ہو رہی تھیں۔ میں کیا بتاؤں؟

شمیم فاطمہ نے بتایا کہ ان کے شوہر ڈھاکہ ریلوے میں انجینئر تھے بعدازاں انہوں نے ورکشاپ کھول لیا تھا اس کے علاوہ بھی چھوٹا موٹا بزنس کرتے تھے لیکن دونوں بھائیوں کے درمیان کبھی تاجرانہ تعلقات نہیں رہے۔ انہوں نے بتایا کہ عزیز بیگ نوکری کے علاوہ بزنس بھی کرتے ہیں کس چیز کا انہیں نہیں پتہ؟

نیّر نے کبھی باہر جانے کی خواہش کا تذکرہ کیا تھا؟ میرے سوال پر انہوں نے اقرار کرتے ہوئے کہا "اسے شوق تھا ہم نے اسے کہا تھا چچا سے بات کرو۔ لیکن بعد میں سب نے سمجھایا کہ تم ماں بہنوں کو کس پہ چھوڑ کر جاؤگے تو اس نے ارادہ بدل دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے پھر تعلقات کی بہتری کا تذکرہ کیا۔ دوران گفتگو ان کا سب سے زیادہ زور اچھے تعلقات ہی پر رہا۔

والدہ کے بیان کے مطابق نیّر کی عمر سترہ سال ہے اس کی چار بہنیں ہیں۔ جن میں ایک شادی شدہ ہے۔ اسی سال پرائیویٹ انٹر کیا ہے۔ وہ اینجولی سوسائٹی میں ڈاکٹر عابدین کی لیبارٹری میں کام کرتا تھا۔ والدہ کا کہنا ہے بہت ہی خاموش کم گو لڑکا ہے۔ جسمانی صحت عموماً خراب رہتی ہے فلم بینی یا ایسا کوئی اور شوق اسے نہیں ہے۔ وہ کتب رسائل کا بھی شوقین نہیں۔ نماز پابندی سے پڑھتا ہے محلے میں کسی سے ملتا جلتا نہیں۔

نیّر کی والدہ کا کہنا ہے انہوں نے وکیل کیا ہے جن کا خرچ عزیز بیگ ہی اٹھائیں گے کہ وہی ان کے کفیل ہیں۔

بوری کا مسئلہ

مقتولہ ترنم کے گرفتار شدہ ملزمان میں سے ملزم توقیر کو پہنچانے والا دکاندار رضوان احمد پولیس کے روبرو بیان دینے کے بعد سے غائب ہے اہم ذرائع کے مطابق رضوان کی دکان پر کبھی بوریاں فروخت نہیں ہوتیں نہ ہی اس نے ملزم توقیر کے ہاتھوں کوئی بوری فروخت کی تھی۔

پولیس جس بوری کو اب شکر کی بوری قرار دے رہی ہے ابتدائی تحقیقات میں اسے آلو پیاز کی بوری بھی قرار دے چکی ہے اس سلسلے میں پولیس نے بوری پر چھپے ہوئے کوڈ نمبر کی مدد سے ایمپریس مارکیٹ میں واقع شہاب الدین ڈیجنل مارکیٹ کے چار پانچ دوکانداروں کو بھی تفتیش کے لئے پکڑا تھا۔ اور ایک دکاندار کو آخر تک بٹھائے رکھا تھا کہ بوری آلو کی تھی لیکن بعدازاں دکاندار کو چھوڑ دیا تھا اب رضوان احمد کی گمشدگی نے بوری کو پھر مسئلہ بنا دیا ہے۔

مکان جس میں قتل ہوا

ادھر وہ مکان جس کے متعلق پولیس کا دعوٰی ہے کہ مقتولہ کے اغوا اور قتل میں استعمال ہوا ہے اس کے بارے میں بھی متضاد خبریں مل رہی ہیں۔ مکان گنجان آبادی میں ہے۔ اس گلی میں گاڑی جانے کا راستہ نہیں اہل محلہ کے بیان کے مطابق انہوں نے کسی گاڑی کو آتے جاتے یا بچی کو اترتے نہیں دیکھا۔ گھر کے سامنے واقع جھونپڑی میں رہنے والے پٹھان نے بھی پولیس کے دعوؤں کی نفی کی ہے۔ قطع نظر اس کے پولیس نے ابتدا میں اس مکان کو ملزم توقیر کی بہن انور فاطمہ کی ملکیت قرار دیتے ہوئے متعلقہ خاتون کو گھر سے غائب بتایا تھا لیکن اب پولیس ہی کا کہنا ہے کہ ملزم توقیر اور انور فاطمہ

باقی صفحہ ۵۰ پر

جاوید اقبال کا صفحہ

بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے (اقبالؒ)

مارشل لاء

ضابطہ نمبر ۳۳

چیف آف دی آرمی اسٹاف اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے مارشل لاء کا ضابطہ ۳۳ جاری کیا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ یہ مارشل لاء ریگولیشن فوراً نافذ العمل ہوگا اس ضابطے کی رو سے سیاسی سرگرمی میں درج ذیل امور شامل ہونگے (الف) کوئی سیاسی پارٹی منظم کرنا، خفیہ طور پر یا ظاہری طور پر الفاظ تحریر یا اشاروں کے ذریعے کسی بھی طریقے سے کسی جگہ کسی سیاسی پارٹی یا سیاستدان کے موقف کو تقویت پہنچانا۔

(ب) کسی مزار، درگاہ یا کسی اور عبادت گاہ کے تقدس کو مجروح کرنا اور وہاں کسی ایسی سرگرمی میں شرکت کرنا جس سے کسی سیاسی مقصد کو تقویت پہنچے یا جو کسی سیاسی پارٹی یا سیاستدان کے موقف کو تقویت پہنچانے کے مترادف ہو۔

(ج) کسی سیاسی پارٹی یا سیاستدان کو کسی بھی سیاسی مقصد کے لئے کسی قسم کی مالی یا دوسری امداد فراہم کرنا

(د) سیاسی نوعیت کے کسی جلوس کا انتظام کرنا یا اس میں شرکت یا شمولیت کرنا۔

وضاحت:۔ کوئی مذہبی جلوس یا جلوس جنازہ بھی اسوقت سیاسی نوعیت کا جلوس تصور کیا جائے گا، جب کسی جلوس میں سیاسی نوعیت کی کوئی تقریر کی جائے یا ریمارکس دیا جائے، نعرہ لگایا جائے یا سیاسی نوعیت کا جھنڈا، پلے کارڈ یا پوسٹر رکھا جائے۔

(ہ) بلا واسطہ یا بالواسطہ طور پر کوئی ایسا مواد بنانا، تیار کرنا، چھاپنا، شائع کرنا، تقسیم کرنا جس کا کسی سیاسی پارٹی یا سیاستدان یا امیدوار کے موقف کو تقویت پہنچانے سے ہو یا جس سے عوام میں سنسنی یا غلط فہمی پھیلنے کا احتمال ہو جو اسلام کے اصولوں، پاکستان کے نظریئے اور اس کی سالمیت و یک جہتی یا امن عامہ یا قومی مفاد کو متاثر کرتا ہو یا جس سے مارشل لاء انتظامیہ یا مارشل لاء اتھارٹی کے خلاف عدم اطمینان پیدا ہو سکتا ہو یا جس سے کسی فرد، طبقے نسل، ذات، فرقے، قبیلے یا کسی شخص یا گروہ کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچنے کا احتمال ہو۔

(و) کسی سیاستدان یا سیاسی پارٹی کے کسی عہدیدار کے لئے استقبالیہ منعقد کرنا یا اسے کسی شخص کو کسی اور قسم کی تقریب میں مدعو کرنا یا اس طرح ہونے والے کسی استقبالیہ یا تقریب میں شرکت کرنا جو سیاسی مقاصد کے لئے یا کسی سیاسی پارٹی یا سیاستدان کے موقف کو تقویت پہنچانے کی غرض سے منعقد کی جائے۔

(ف) کسی سیاستدان یا سیاسی پارٹی کے کسی عہدیدار کو بار کونسل یا بار ایسوسی ایشن کے کسی اجلاس یا تقریب میں مدعو کرنا شرکت کی اجازت دینا یا کسی سیاستدان یا سیاسی پارٹی کے عہدیدار کا کسی ایسی تقریب میں شرکت کرنا۔

بار کونسل یا بار ایسوسی ایشن کے کسی اجلاس یا کسی تقریب میں ایسے الفاظ نکالنا۔ تقریر کے دوران ریمارکس دینا، یا سوالوں کے جواب دینا یا قرارداد منظور کرنا جس سے کسی سیاسی مقصد کو تقویت ملتی ہو یا جو کسی سیاسی پارٹی یا جو کسی سیاسی پارٹی یا سیاستداں کے موقف کی تشہیر کے مترادف ہو یا جس سے مارشل لاء انتظامیہ یا کسی مارشل لاء اتھارٹی کی توہین، اس سے نفرت یا اس پر عدم اعتماد کا پہلو نکلتا ہو یا جس سے مختلف علاقوں کے، لوگوں، برادریوں، فرقوں، نسلوں، ذاتوں، قبیلوں یا مختلف مذاہب کے لوگوں میں دشمنی یا نفرت پیدا ہو سکتی ہو یا بڑھ سکتی ہو یا جس سے عوام یا عوام کے کسی طبقے میں خوف و ہراس پیدا ہوتا ہو یا جس سے کسی طور پر بھی امن عامہ متاثر ہوتا ہو یا جو اسلام کے اصولوں پاکستان کے نظریہ اس کی یک جہتی اور سالمیت کے خلاف ہو۔

مارشل لاء کے اس ضابطے میں مزید کہا گیا ہے کہ خالصتاً ٹریڈ یونینوں لیبر ایسوسی ایشنوں، اسٹوڈنٹس یونینوں یا کونسل یا بار ایسوسی ایشنوں یا اسی نوعیت کے کسی دوسرے اداروں کی خلوص نیت سے کی جانے والی سرگرمیاں، سیاسی سرگرمی کی تعریف میں نہیں آتی ہیں بشرطیکہ یہ سرگرمیاں کسی اور مروجہ قانون کے منافی نہ ہوں۔

مارشل لاء ضابطہ نمبر ۳۳ میں مزید کہا گیا ہے کہ نافذ العمل کسی بھی قانون، مارشل لاء آرڈر یا مارشل لاء ضابطے سے قطع نظر کوئی شخص بالواسطہ یا بلا واسطہ کسی طور پر بھی ۳۱ مارچ ۱۹۷۸ء تک کسی قسم کی سیاسی سرگرمیوں میں شرکت نہیں کریگا نہ ملوث ہوگا۔

مارشل لاء ضابطہ ۳۳ میں کہا گیا ہے کہ جو کوئی بھی اس ضابطے کی خلاف ورزی کرے گا اسے ۷ سال تک کی قید سخت یا جرمانہ یا بیس کوڑوں کی یا تینوں سزائیں دی جائیں گی۔

لاہور
خیکاف

مُعاوضہ : دس ہزار فی کس

کالا خطائی روڈ پر 29 افراد ہلاک

۲۷ فروری کو صبح نو دس بجے لاہور شہر میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی کہ شاہدرہ کی طرف ریل کار اور بس کے تصادم میں درجنوں افراد ہلاک اور بیسیوں زخمی ہو گئے ہیں اور انہیں میو ہسپتال میں پہنچایا جا رہا ہے، پھر ریڈیو نے جب زخمیوں کے لئے خون دینے کی اپیلیں نشر کیں، تو لاہور کے شہری جن میں پیر و جوان سبھی شامل تھے، اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے میو ہسپتال کی طرف دوڑ پڑے خون دینے والوں میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے طلبہ نے پہل کی، اور پھر سہ پہر تک درجنوں بوتلیں خون کی اکھٹی ہو گئیں۔

ڈاکٹروں نے حادثے کی اطلاع ملنے پر وارڈوں میں

ہلاک ہونے والوں کا تعلق
محنت کش طبقے سے تھا

اضافی بستر لگا دیئے۔ ایک وارڈ خالی کرالیا گیا، ہسپتال میں ہنگامی صورت حال کا اعلان کر دیا گیا، ڈاکٹر، نرسوں اور دیگر عملے نے ہسپتال تک پہنچ جانے والے زخمیوں کو بچانے کی سر توڑ کوششیں کیں، مگر منگل کی صبح تک زخمیوں میں سے بائیس افراد جان ہار گئے، اس طرح اس حادثے میں جاں بحق ہونے والوں کی تعداد ستائیس تک پہنچ گئی، جبکہ بچانوے افراد زخمی حالت میں ہسپتال میں تھے۔ اور ان میں بھی بعض کی حالت نازک تھی، اور پانچ افراد موقع ہی پر جاں بحق ہو چکے تھے۔

اس حادثے کے صدمے کی ٹیس نہ صرف لاہور بلکہ دور دور تک کے علاقوں میں محسوس کی گئی، لیکن جو قیامت صغرا جائے حادثہ سے لیکر کالا خطائی تک کے مختلف دیہات میں دیکھنے میں آئی، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، قریباً تین درجن دیہات رو رہے تھے۔ مرد و خواتین کی آہ و بکا سے آسمان لرز رہا تھا۔ بچوں کی چیخ و پکار سے دل سہمے جاتے تھے،

کہنے کو تو یہ حادثہ محض لیول کراسنگ پر متعین گیٹ مین کی غفلت کے باعث پیش آیا۔ اس سلسلے میں انکوائری کرنے کا بھی حکم دے دیا گیا، جاں بحق ہونے والوں کے لواحقین کو دس دس ہزار روپے دینے کا اعلان بھی کر دیا گیا، مگر سوال یہ ہے کہ لاہور کی گود میں بچھی ہوئی ریل کی پٹڑی کے کراسنگ کو اس قابل کیوں نہیں سمجھا گیا کہ وہاں گیٹ مین کو ریل کی آمد کی اطلاع چند منٹ پہلے دی جائے، حقیقت یہ ہے کہ شاہدرہ کے قریب کالا خطائی روڈ کا پھاٹک نمبر ۹ ہے۔ کالا خطائی روڈ لاہور اور راولپنڈی کے مابین بچھی ہوئی ریلوے لائن کو کاٹتی ہے۔ یہ انتہائی مصروف سڑک ہے، لمحوں کے بعد ریلوے کراسنگ سے ہلکی بھاری ٹریفک کا گزر ہوتا ہے جبکہ اسی طرح ریل کی یہ پٹڑی بھی سب سے زیادہ مصروف رہتی ہے۔

محکمہ ریلوے نے یہاں صرف گیٹ مین رکھنے ہی پر اکتفا کیا ہوا ہے، جہاں گیٹ مین کو گاڑیوں کی آمد و رفت سے قبل از وقت آگاہ کرنے کا کوئی انتظام نہیں۔ نہ ٹیلی فون سے اس کا کسی ریلوے اسٹیشن سے رابطہ ہے نہ کسی دوسرے خودکار ذریعے سے گیٹ سے یہ معلوم ہو سکتا ہے، کہ فلاں فلاں گاڑی کے ریلوے کراسنگ سے گذرنے کا وقت کیا ہے۔ بلکہ گیٹ مین کو دونوں سمتوں سے آنے والی گاڑیوں کا شور سن کر یا انہیں دور سے آتا ہوا دیکھ کر پھاٹک بند کرنے پر دھیان دینا پڑتا ہے۔

۲۷ فروری کو جب لاہور اور اس کے گرد و نواح کے ہزاروں افراد جائے حادثہ پہنچے تو یہ تو ہر ایک نے سنا کہ گیٹ مین بھاگ گیا، مگر اتنے بڑے حادثے کے بعد مضبوط سے مضبوط اعصاب کا اہل کار بھی اپنے ہوش و حواس کیسے برقرار رکھ سکتا ہے، پھر اس صورت میں جبکہ اس عظیم نقصان کی تمام تر ذمہ داری محکمہ کی تمام تر کوتاہیوں کے باوجود "نزلہ بر عضوِ ضعیف" کے مصداق

ریلوے کراسنگ پر

ریلوں کی آمدورفت کی اطلاع دینے کا انتظام نہیں تھا

اس طرح کے حادثوں کی پرانی تحقیقاتی رپورٹیں کیا ہوئیں؟

اسی پر عاید ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ محکمہ ریلوے کے افسران، ریلوے بورڈ کے ارباب اختیار وغیرہ کی سہولتوں پر جو زرِ کثیر صرف کیا جاتا ہے، کیا اس میں سے اتنی گنجائش نہیں نکالی جا سکتی کہ کالا خطائی روڈ کے نمبر ۹ ریلوے کراسنگ کو ٹیلی فون کے ذریعے کسی قریبی ریلوے اسٹیشن سے ملا دیا جائے، تاکہ ریلوں کی آمدورفت کے موقع پر پھاٹک بند کرنے کی ہدایت اسٹیشن سے گاڑی کے روانہ ہوتے وقت ہی گیٹ مین کو مل جایا کرے۔

ہمارے ہاں حادثوں کے بعد تحقیقاتی رپورٹیں مرتب کرنا ایک رسم بن چکی ہے۔ سوال یہ ہے کہ آج تک اس قسم کی کتنی رپورٹیں کارگر ثابت ہوئیں، اور اس سلسلے میں کتنی سفارشات پر عمل کیا گیا، جبکہ ریلوے کراسنگ کے حادثات ہمارے ہاں گذشتہ سالوں میں بھی ہو چکے ہیں، مگر یہ کسی نے سوچنے کی تکلیف گوارہ نہیں کی کہ کم ازکم تمام ریلوے کراسنگ کو اس کے قریب ترین ریلوے اسٹیشن سے ٹیلی فون کا ایک تار دیدیا جائے۔ جہاں سے صرف ریل گاڑیوں کی آمدورفت کی اطلاع دی جا سکے۔

انکوائری رپورٹ تو خدا جانے کب مرتب ہوا اور اس میں کیا کچھ تجویز کیا گیا ہو، مگر حادثے پر پہنچنے والوں کی رائے میں تمام ریلوے کراسنگ کا ٹیلی فون کے ذریعے قریبی ریلوے اسٹیشن سے رابطہ ضروری ہے اور ریلوے کراسنگ پر دونوں طرف سڑک پر پچاس پچاس گز کے فاصلے پر ٹریفک سگنل بھی حادثات کی روک تھام میں ممد ثابت ہوں گے۔ پھاٹک بند ہونے کی صورت میں ٹریفک سگنل کی سرخ روشنی

باقی صفحہ ۵۰ پر

جی ایم مفتی

آزاد کشمیر میں شجرکاری کی مہم

۴۵ لاکھ پودے لگائے جائیں گے، ہر طرف پھول کھلیں گے

آزاد کشمیر میں ۸ فروری سے شجرکاری کی مہم شروع ہو چکی ہے۔ جنگلات کے حکام نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ ایک ماہ کے اندر ۴۵ لاکھ پودے لگا کر آزاد کشمیر میں شجرکاری کی مہم کا ایک ریکارڈ قائم کریں گے۔ شجرکاری کی یہ مہم کس حد تک کامیاب ہو گی یہ تو وقت ہی بتائے گا۔ البتہ سرکاری کھاتوں میں ۴۵ لاکھ پودے لگائے جانے کا اندراج ضرور ہو گا۔ یہ الگ بات ہے کہ موقع پر ۴۵ سو پودے بھی موجود نہ ہوں۔ موسم بہار شروع ہوتے ہی آزاد کشمیر سرسبز اور شاداب ہونے لگتا ہے۔ پھول کھلنے لگتے ہیں۔ اور مرجھائے ہوئے چہرے نکھرتے ہیں۔ لیکن اب کی بار موسم بہار کی آمد کے باوجود چاروں طرف مایوسی اور بددلی کے بادل چھائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ لوگوں کے چہرے زرد اور پریشان کن۔ کاروبار ٹھپ، بے روزگاری عام۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسا کہ نیا سال خوشی کی جگہ مایوسی اور نیا موسم بہار شادابی کی جگہ خشکی لایا ہے۔

مزدور، کسان، محنت کش اور عام کاروباری لوگ غربت کا سر پیٹتے ہیں۔ سڑکیں ویران اور چہرے پریشان دکھائی دیتے ہیں۔ کمر توڑ مہنگائی نے لوگوں کے حوصلے چھین لئے ہیں بڑے بڑے سرمایہ دار اور اعلیٰ حکام کے دن مزے میں گذرتے ہیں۔ اس لئے کہ قومی خزانے پر اُن کا مکمل اختیار ہے جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ کار، کوٹھی، پٹرول اور تنخواہ تو قومی خزانے سے وصول کی جا رہی ہے۔ نہ کام نہ کاج۔ کئی کئی ماہ سے فائلیں خفیہ درازوں میں پڑی ہیں۔ جہاں تعلق داری، دوستی، یا اور کسی قسم کا رشتہ ہو، وہاں شخصِ متعلقہ کی بدعنوانی کی فائل نہ تو احتساب کی زد میں آتی ہے۔ اور نہ ہی پوچھ گچھ ہوتی ہے۔ سیکرٹریٹ میں ایک عجیب سماں لگتا ہے افسروں کی گروہ بندی اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کا کھیل جاری ہے۔

پچھلے ماہ تحصیلداروں، سیکشن افسروں، بلدیات کے بعض ایڈمنسٹریٹروں کو گھر بھیج دیا گیا ہے۔ ان تحصیلداروں میں سے پانچ نے آٹھ ماہ کی تربیت حاصل کر کے پنجاب گورنمنٹ کے ریونیو بورڈ سے اعزاز کے ساتھ امتحانات پاس کئے تھے۔ اُن میں بعض ایم اے سیکنڈ کلاس بھی تھے اور اُن کی عمر ۲۴ سال سے زیادہ نہ تھی۔ اس طرح وہ لوگ صرف ۲۴ سال کی عمر میں ہی بغیر پنشن کے ریٹائر کر دیئے گئے ہیں سیکرٹری بلدیات کے گریڈ ۱۷ سے ۱۱ کر دیئے گئے۔ اسی طرح بعض سیکشن افسروں کو تنزل کر کے سیکرٹریٹ میں اسسٹنٹ لگا دیا گیا ہے۔ اور میونسپل کمیٹی کے ہیلتھ آفیسر جو گریڈ ۱۸ کے تھے۔ انہیں گریڈ ۱۱ میں لگا دیا گیا ہے۔

جن لوگوں نے آزاد کشمیر کے قومی خزانے کو لوٹا ہے وہ دادِ عیش دے رہے ہیں۔ وہ اب بھی گریڈ ۱۹-۲۰-۲۱-۲۲ لے رہے ہیں۔ رہنے کے لئے اے ون کوٹھی بمعہ ہیٹر اور ریفریجریٹر کے۔ دو دو لاکھ روپے کی سرکاری کاریں۔ نوکر چاکر کے علاوہ بیگم صاحبہ کو زکام ہو جائے تو سرکاری کار مظفر آباد کے ہسپتالوں میں دوڑتی نظر آتی ہے۔ شاپنگ کرنی ہو تو کار کے ساتھ جیپ بھی ہوتی ہے۔ اور نزاکت کے لئے دو تین چپراسی بھی ہوتے ہیں۔ کام کا پوچھیں تو کئی ماہ تک فائلوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہی چلن ضلعی افسروں کا ہے۔ لوگ خاموشی سے تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ انہیں روٹی کی فکر۔ سر چھپانے کے لئے ایک عدد جھونپڑی کا غم کھائے جا رہا ہے۔

OO

سانگھڑ سے کاموں سچار اور حیدرآباد سے حسن کامران کی رپورٹ

شاہ پور چاکر پر قیامت

پانی کی سرکش موجوں نے آدھے شہر کو لپیٹ میں لے لیا

۲۵ فروری کی رات ضلع سانگھڑ کے تاریخی شہر "شاہ پور چاکر" کے بدبخت باسیوں پر قیامت بن کر ٹوٹ پڑی۔ دن بھر کے تھکے ماندے محنت کش، مزدور، کسان، دکاندار، تاجر، بیوپاری اور ملازمت پیشہ شہری آنے والی افتاد سے بے خبر میٹھی نیند سو رہے تھے کہ اچانک ۱۲ بجے شہر کے مغربی حصہ سے بلند ہونے والی چیخ و پکار اور عورتوں و بچوں کی آہ و بکا سے ہڑبڑا کر بستروں سے اٹھ بیٹھے، پانی انتہائی سرعت کے ساتھ شہر کے نشیب کی غریب بستیوں میں داخل ہو چکا تھا اور لمحہ بہ لمحہ بلند ہوتی ہوئی سطح نے انہیں اپنا سامان تک اٹھانے کی مہلت نہ دی۔ لوگ بمشکل اپنی جانیں بچا کر محفوظ مقام تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکے، آناً فاناً پانی کی سرکش و بے رحم لہروں نے تقریباً آدھے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

قہر بن کر نازل ہونے والی یہ آفت ناگہاں نصرت کینال سے نکلنے والی نہر "سداواہ" جو شہر سے تقریباً آدھے فرلانگ پر واقع ہے، میں ۳۰ فٹ چوڑا شگاف پڑنے کے باعث آئی تھی۔ بے رحم لہروں کے تھپیڑوں نے تقریباً ڈھائی سو مکانات منہدم کر دیے، نتیجہ میں سینکڑوں خاندان بے گھر ہو گئے۔ قریب کے چند گاؤں کے علاوہ ہزاروں ایکڑ رقبہ پر کھڑی فصلیں زیر آب آگئیں۔

شہریوں کے مطابق نہر میں شگاف پڑنے کا علم ہوتے ہی شہر کے مشرقی حصہ کے لوگ زیر آب علاقے کے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کو فوری پہنچ گئے تھے

بعض حلقے اس اندوہناک حادثے کا ذمہ دار محکمہ انہار کے بدعنوان، راشی اور نااہل افسران کو ٹھہرا رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہر سال نہروں، اور شاخوں کی کھدائی و صفائی کے لئے اس محکمہ کے بجٹ میں ایک خطیر رقم مختص کی جاتی ہے۔ تاکہ پانی کے ساتھ بہہ کر آنے والی ریت کے تہہ میں جمنے کے باعث نہروں اور شاخوں کی بلند ہو جانے والی ریتلی سطح کی کھدائی کی جا سکے۔ لیکن محکمہ انہار کے بدعنوان افسران نہروں کی صفائی نہیں کرواتے اور یہ رقم خود ہضم کر جاتے ہیں۔ البتہ سرکاری کاغذات میں ان نہروں و شاخوں کی میلوں کھدائی و صفائی کا ریکارڈ ضرور رکھتے ہیں۔ ان حلقوں کے مطابق آبپاشی کی نہروں و شاخوں کی کھدائی و صفائی نہ ہونے کے نتیجہ میں تہہ میں جمنے والی کیچڑ اور ریتلی سطح کی بلندی کے باعث نہریں لبالب بھری ہوئی، چھلکتی اور کناروں کو کاٹتی ہوئی بہتی ہیں۔ اور عموماً شگاف پڑنے کا خطرہ رہتا ہے اگر بہتے ہوئے تیز دھارے کو

کھوڑا سا بھی راستہ مل جاتا ہے تو وہ آرے کی مانند کناروں کو کاٹ، چیرتا ہوا شگاف کو چوڑا کرتا ہوا نشیب میں بہہ نکلتا ہے۔

حیدرآباد سے ہمارے نمائندے حسن کامران لکھتے ہیں۔

شاہ پور چاکر سے لوگ پانی

ابلی

سے جنگ لڑ رہے تھے کہ نواب شاہ میں قاضی احمد کے قریب سے گزرنے والی نہر میں شگاف پڑ گیا۔ اس شگاف کے نتیجے میں سینکڑوں ایکڑ اراضی پانی سے متاثر ہوئی۔ لیکن کسانوں نے پانی سے جنگ کی اور اسے قومی شاہراہ تک پہنچنے سے روک دیا۔ اور قومی شاہراہ بند ہونے سے بچ گئی۔

شاہ پور چاکر اور نواب شاہ کے بعد ضلع سانگھڑ کی ایک اور تحصیل کھپرو کی ایک نہر میں شگاف پڑ گیا۔ یہاں بھی صرف زمینوں کو نقصان پہنچا۔ پے در پے ان واقعات کو تخریبی کارروائیوں کا نتیجہ بتایا جا رہا ہے لیکن الزامات کا دفاع کرنے والے نہروں میں شگافوں کا ذمہ دار محکمہ انہار کو ٹھہرا رہے ہیں۔

صوبہ میں نہروں میں یہ شگاف نہ تو پہلی مرتبہ پڑے ہیں یا ڈالے گئے ہیں اور نہ ہی یہ آخری مرتبہ ہے۔ کیونکہ ماضی کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس قسم کے شگاف پڑنا کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہے جولائی ۱۹۷۶ء میں ٹنڈو الہ یار کی نصیر واہ میں بھی اسی قسم کا ایک شگاف پڑا تھا اور اس کی ذمہ داری محکمہ انہار پر ڈالی گئی تھی۔

صوبہ میں نہروں کی دیکھ بھال اور صفائی کی ذمہ داری کا کام محکمہ انہار کے ذمہ ہے۔ ۱۹۷۳ء کے تباہ کن سیلاب کے بعد حکومت کے فلڈ کنٹرول کے ادارے نے ایک رپورٹ مرتب کی تھی اس رپورٹ میں سیلاب کی دوسری وجوہات میں ایک وجہ نہروں کی صفائی نہ ہونا بھی شامل تھی۔

محکمے سے متعلق افراد کا کہنا ہے کہ چلتے پانی کی نہروں میں مٹی جمع ہوتی رہتی ہے اور صفائی نہ ہونے کی بنا پر نہر کی سطح اونچی ہوتی جاتی ہے جبکہ کناروں کی اوپری سطح کو کبھی بھی مضبوط نہیں کیا جاتا ہے۔ اور کنارے کمزور ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے مطابق نہر کی سطح اونچی ہونے کے باعث پانی کی سطح بھی اونچی ہو جاتی ہے اور اوپر کا کنارا جہاں بھی ذرا سا کمزور ثابت ہوتا ہے وہاں شگاف پڑنا کوئی حیران کن واقعہ نہیں ہے۔

محکمہ انہار سے جب رابطہ قائم کیا تو افسران نے پر اسرار خاموشی اختیار کی ہوئی تھی اور وہ تو صرف اس بات پر زور دے رہے تھے کہ یہ تخریبی کارروائیوں کا نتیجہ ہے

○○

پشاور یونیورسٹی میں غیر ملکی زبانوں کی تدریس بند!

پشاور یونیورسٹی جو مختلف علوم و فنون کی تدریس کے سلسلے میں اپنا ایک مقام رکھتی تھی، آج کل زبوں حالی کا شکار ہے اور مختلف غیر ملکی زبانوں کی کلاسیں جو عرصہ دراز سے جاری تھیں عملاً بند ہو چکی ہیں۔ اس سلسلے میں وائس چانسلر کی عدم دلچسپی کے باعث پہلے روسی زبان پھر گذشتہ سال فرانسیسی زبان اور آخر میں اس سال جرمن اور چینی زبانوں کے شعبے بند ہوئے۔

جن طلبا نے ان غیر ملکی زبانوں کے ایک سالہ سرٹیفکیٹ امتحان پاس کئے ہیں اور دو سالہ کورس مکمل کرنے کے لئے ڈپلوما امتحان پاس کرنا چاہتے ہیں ان سے یہ موقع چھین لیا گیا ہے، وہ طلبا جو غیر ملکی زبانیں سیکھنا چاہتے تھے انکے لئے یونیورسٹی کیمپس میں یہ سہولت موجود تھی کہ صبح کے وقت باقاعدہ تعلیم کے بعد سہ پہر کو یہ زبانیں سیکھ سکیں لیکن اب ان طلباء کے پاس اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ انکے حصول کے لئے اسلام آباد کا رخ کریں۔

یونیورسٹی کے باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ وائس چانسلر صاحب غیر ملکی زبانوں کی تدریس کو تضیع اوقات اور غیر منافع بخش کام سمجھتے ہیں ان کی متلون مزاجی انہیں کسی مسئلے پر فیصلہ کن رویہ اختیار نہیں کرنے دیتی اسکی ایک مثال شعبہ نفسیات میں ایم فل کی کلاسوں کے لئے درخواستیں طلب کرنا اور کچھ دنوں کے بعد یہ فیصلہ واپس لینا اور پھر دو ہفتوں بعد دوبارہ درخواستیں طلب کرنا ہے۔ فرانسیسی، جرمن اور چینی زبانوں کے شعبوں کی بندش بھی اسی متذبذب اور ناقص منصوبہ بندی کا منہ بولتا ثبوت ہے

پشاور کے تعلیمی حلقے وائس چانسلر کی اس پالیسی سے نالاں ہیں اور ان میں گہری تشویش پائی جاتی ہے ان حلقوں کا کہنا ہے کہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے حال ہی میں یونیورسٹی کو ترقی دینے اور اس کے فروغ کے لئے پچاس لاکھ روپے کی گرانٹ دی ہے اسکے باوجود پہلے سے موجود شعبوں کو بند کرنے کی پالیسی افسوسناک ہے۔ ان حلقوں نے اس امر پر بھی زور دیا ہے کہ وائس چانسلر صاحب یونیورسٹی کے وسائل غیر پیداواری سرگرمیوں پر ضائع کرنے کی بجائے بند شعبوں کو دوبارہ کھولنے اور تعلیمی سرگرمیوں کے فروغ پر صرف کریں۔

○○

راولپنڈی، اسلام آباد

سوشل راؤنڈ اپ

رخسانہ صولت

سیرت کانفرنس میں فریدہ سلیم کی سفارشات

مخلوط ادارے ختم، خواتین کی علیحدہ یونیورسٹیاں

سیرت کانفرنس کو طویل تقریروں نے بے مزا بنا دیا تھا

سردی کی شدت نے دم توڑا۔ تو شہر کی رونقیں از سر نو زندہ ہونے لگیں۔ دن کے کسی نہ کسی پہر میں کہیں موسیقی کا پروگرام ہے تو کہیں کسی فنکار کی شہرت کا سامان ہو رہا ہے۔ پچھلے دنوں قومی آرٹ گیلری اسلام آباد میں اقبال احمد کی تصاویر کی ایک نمائش ہوئی جس کا افتتاح امور خارجہ کے سیکرٹری مسٹر شاہ نواز نے کیا۔ اقبال احمد شہر پنجاب کا ایک ابھرتا ہوا فنکار ہے۔ جس کی تصاویر میں پنجاب کے دیہات کا حسن رچا بسا نظر آتا ہے اس کے جذبوں کی سچی لگن اس کی خواہشات کی عکاسی رنگوں کے سمندر سے ہوتی ہے۔ لاہور کے گلی کوچوں، بڑی بڑی عمارتوں، مسجد کے میناروں کے علاوہ نواحی علاقوں کی خوبصورت لینڈ اسکیپنگ اس بات کی مظہر ہے کہ یہ ابھرتا ہوا فنکار عوام کی رگوں میں دوڑتے لہو کی دھک پہچانتا ہے اس میں زندگی کی تڑپ موجود ہے اور دھرتی سے پیار کرتا ہے۔

امریکی موسیقار کا دورہ

پچھلے چند دنوں سے ایک امریکی موسیقار نے نوازا نغمہ طراز مسٹر ڈیوڈ ڈالیبرم پاکستان کا دورہ کر رہے ہیں انہوں نے پچھلے دنوں ٹی وی کے باذوق احباب کی دعوت پر اپنے فن کا مظاہرہ بھی کیا تھا۔ ظاہر ہے موسیقی میں بڑی کشش باذوق پاکستانی لوگ مہمان نوازی میں بھی بہت مشہور ہیں جب باہر سے صاحب ذوق حضرات پاکستان کی سیر و سیاحت کرنے اور پبلک ریلیشننگ کرنے کے لئے بالخصوص تشریف لائیں۔ تو پھر کیوں نہ ان کے تفنن طبع کے لئے ہلکے پھلکے پروگرام ترتیب دیئے جائیں لوک ورثے کا قومی ادارہ اپنے فرائض بخوبی جانتا ہے۔ چنانچہ ڈیوڈ ڈالیبرم کے ساتھ ایک سرسنگیت کی شام کا اہتمام کر ڈالا۔ طفیل نیازی اور اس کے ساتھیوں نے اپنے مخصوص انداز میں راگ ملتان میں معزز مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ صوفی کرم دین طبلے پر تھاپ دے کر داد تحسین حاصل کرتے رہے۔ آخر میں طفیل نیازی نے حضرت سلطان باہو کے دوہے پیش کرکے غیر ملکی مہمانوں کو جھومنے پر مجبور کر دیا۔

عارف جعفری نے اپنی پرسوز لے میں بانسری پر جے تال تین تال میں راگ امین پیش کیا۔ بعد میں انہوں نے ڈیوڈ ڈالیبرم کے ساتھ خوبصورت پہاڑی دھن بجا کر سامعین کو مسحور کر دیا۔ دوسرے فنکاروں نے اپنے اپنے فن کے خوب جوہر دکھائے۔ مسٹر ڈیوڈ نے بتایا کہ انہیں پاکستان کے لوک سنگیت سے بہت دلچسپی ہے۔ اس کے علاوہ کلاسیکی موسیقی کو بے حد پسند کرتے ہیں۔ اور پاکستان آنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ پاکستانی موسیقاروں سے مل کر اپنے فن کو جلا دے سکیں۔

امریکن سنٹر میں نمائش

پاکستان میں امریکی نظریات کو فروغ دینے والے بڑے ادارے نے جسے عرف عام میں امریکن سنٹر اور یار لوگ مذاق میں۔ یا پھر واقعی سنجیدگی سے سی آئی اے ہیڈ کوارٹر (C-I-A-H-Q) بھی کہتے ہیں۔ جہاں آئے دن کبھی کوئی دستاویزی فلم یا امریکی شعبۂ حیات سے متعلق مختلف موضوعات پر فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ پچھلے دنوں بڑی دلچسپ نمائش کا اہتمام کیا۔ اس نمائش میں جنوب مشرقی امریکہ سے تعلق رکھنے والے شاعروں کی تخلیقات بمعہ ان کی تصاویر اور متعلقہ علاقوں کے فوٹو گرافس بھی مہمانوں کی دلچسپی کا باعث بنے رہے۔ اس کے ساتھ ہی نہایت پرانی خاموش فلم "WHEN COMEDY WAS KING" (جب مزاح بادشاہ تھا) کے بھی کچھ حصے دکھائے گئے۔

ان تصاویر کو دیکھ کر اور شاعروں کے کلام کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آ رہی تھی کہ جنوب مشرقی امریکہ میں ظلم و جور و استحصالی قوتوں کے خلاف سیاہ فام امریکیوں نے ایک طویل جنگ کی ہے۔

سیرت کانفرنس

پورے ملک میں جہاں سینکڑوں پروگرام سیرت النبیؐ کے عنوان کے تحت پیش کئے گئے۔ وہاں قومی سطح پر وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام ایک دو روزہ سیرت کانفرنس کا اہتمام مقامی ہوٹل میں کیا گیا۔ اس کانفرنس کا افتتاحی اجلاس صبح نو بجے منعقد ہوا۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے افتتاحی تقریب میں حضور صلعم کی حیات طیبہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے بعد ملکی امور پر بھی گفتگو کی۔ دوسرے اجلاس میں مقررین کے طویل مقالے ضرور سننے پڑے۔ صدارت کی کرسی پر تو جناب اے کے بروہی ہی تشریف فرما تھے۔

لاہور سے آنے والی ڈاکٹر مسز خاور خان چشتی اپنا مقالہ پڑھ رہی تھیں۔ ساتھ ہی ان کے مددگار پراجیکٹر کے ذریعہ متعلقہ مقدس مقامات کو پردہ سکرین پر ناظرین کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ اور ہر پانچ منٹ کے بعد کیسٹ چلا کر نذرانہ ہدیۂ نعت بحضور حضرت محمد صلعم اور درود شریف مترنم لہجے میں سنوایا جا رہا تھا۔ مسز ثمینہ حیدر رشید نے بعد میں بتایا کہ نعت خوانی اور درود شریف انہوں نے پیش کیا تھا۔ اور اس مقالے کی تیاری میں مسز خاور خان چشتی کے ساتھ انہوں نے تعاون کیا یہ دونوں خواتین لاہور کالج آف ہوم اکنامکس سے تعلق رکھتی ہیں۔

ان کا مقالہ بہت زیادہ طویل تھا۔ پھر مسز چشتی کے پڑھنے کے بے سرے اور بے ہنگم انداز نے سامعین کو اپنی

سیٹیں چھوڑنے پر مجبور کر دیا - آہستہ آہستہ انہوں نے گھڑیاں دیکھیں - اور کبھی چالیس منٹ اور کبھی پچاس منٹ کا نعرہ لگا کر خاتون کو مقالہ ختم کرنے کا احساس دلایا -!

مگر بھلا ہو امام مسجد کا جس نے اذان دے کر خاتون کو خاموش کرایا - اور یوں نماز کے وقفے کے بعد دوسرے مقرر تشریف لائے - ان کی آمد سے قبل اسٹیج سیکرٹری پروفیسر امین نے جو وزارت مذہبی امور میں جائنٹ سیکرٹری بھی ہیں - اعلان کیا - کہ ہر مقرر وقت کی کمی کو مدِ نظر رکھے اور زیادہ سے زیادہ پانچ یا سات منٹ لے - مگر سیرت کانفرنس میں اسٹیج سیکرٹری کی حیثیت بھینس کے آگے بین بجانے کی تھی -!

پروفیسر مرزا منور جن کا تعلق گورنمنٹ کالج لاہور سے ہے - پرانے ادیب اور استاد ہیں - انہوں نے اسٹیج سیکرٹری کے اعلان کو مقدم جانا - اور اپنی تقریر جو "امانت" کے موضوع پر تھی - کی - بڑے نچے تلے انداز میں محقق گفتگو نے سامعین میں جوش و خروش کی روح پھونک دی

گھڑی دیکھ کر انہوں نے وقت کی پابندی کا ذکر کیا اور اسٹیج چھوڑنے لگے - آوازیں بلند ہوئیں - کچھ اور کچھ اور ناچار بروہی صاحب نے بھی پروفیسر صاحب سے درخواست کی - کہ وہ مزید گفتگو کریں - مگر انہوں نے ایک جملہ کہا۔ کہ اگر استاد خود ادب نہیں کرتا تو شاگرد کو کیسے کہے گا کہ ادب کرو - ! لہٰذا میرا وقت ختم ہوا - اور اس کے بعد فریدہ علیم صدیقی صاحبہ نے مائیک سنبھالا - یہ خاتون لیڈیز اسلامک مشن کراچی کی صدر ہیں اور تعلیم و تدریس سے ان کا تعلق رہا ہے - سیاہ جدید وضع کے برقعے میں ملبوس اسٹیج پر آئیں اور بڑے پاٹ دار لہجے میں تقریر کی - ان کی تقریر سن کر ذرا اطمینان ہوا - لہجے کی خوبصورتی الفاظ کی درست ادائیگی اور صحیح تلفظ نے ذرا گردن اونچی کر دی - ورنہ ان سے قبل آنے والی دو خواتین مقرر پروفیسر زینب کاکاخیل اور مسز عاصمہ رشید پشاوری نے تو تعلیمی اداروں کی ناک کٹوا ڈالی تھی - اتنا غلط تلفظ کہ معمولی سے لفظ کو بھی اگر وہ اسٹیج پر صحیح نہیں پڑھ سکیں - تو ذہن سوچنے لگا - یہ اپنے اداروں میں کیا پڑھاتی ہوں گی -!

فریدہ علیم صدیقی نے اپنی تقریر تاریخی حوالے سے کی - اور آخر میں تین سفارشات بھی پیش کیں - جن میں ایک یہ کہ عورت کو تجارتی اشتہار بنانے سے روکا جائے - دوسرے مخلوط ادارے ختم کئے جائیں - ان میں ہر قسم کے تعلیمی و دیگر فنی علوم کے مخلوط ادارے ختم کئے جائیں - عورتوں کے لئے علیحدہ یونیورسٹیاں قائم کی جائیں - تیسرے عدالتوں میں خواتین کو خلع و طلاق کے مقدموں میں بہت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کئی کئی سال بیت جاتے ہیں - لہٰذا عدالتوں کے طریقِ کار کو تبدیل کر کے کم خرچ پر خلع و طلاق کے مقدمات کا فیصلہ جلد از جلد کرنے کے انتظامات کئے جائیں

بہت سے دوسرے مقررین نے اپنے گرانبہا خیالات کا اظہار کیا - مسٹر اے کے بروہی صاحب نے خود اپنی دس منٹ کی صدارتی تقریر میں قرآنی حوالہ جات کے ساتھ انگریزی میں بہت سلجھے ہوئے انداز میں فلسفیانہ تقریر کی -

نماز کے وقفوں کے دوران بروہی صاحب سے گپ شپ ہوتی رہی - میں نے بیگم فریدہ علیم صدیقی کی سفارشات کے بارے میں ان کا فوری ردِّ عمل معلوم کرنا چاہا - تو موصوف مسکرائے اور پہلے تو ہنس ہنس کر دلچسپ جملوں میں بات اڑاتے رہے بالآخر بولے - اگر وہ خاتون یہ نہ بھی کہتیں تو میں اپنی تقریر میں انہی کے خیالات کی ترجمانی کرتا - ! (حالانکہ ان کی تقریر میں اس کے حوالے کا ذرا سا بھی اشارہ نہ تھا)

بہر حال سیرت کانفرنس دو روز جاری رہی - لیکن اس میں ایک بات کھٹکتی رہی کہ ہال میں زیادہ تعداد متعلقہ منسٹری کے ملازمین کی تھی - جبکہ عام شہریوں کا کوئی نمائندہ نہیں تھا - یا مقامی کالجوں کے اکا دکا پروفیسر حضرات موجود تھے - یا وہ طالب علم جن کا اسلامیات موضوع ہے - اور ان کو اپنا تھیسس لکھنے کے لئے سیرت کانفرنس سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا تھا -

گورنمنٹ اسکول طارق آباد

آج کل تعلیمی اداروں میں سالانہ تقسیم انعامات کی تقاریب کا انعقاد بڑے جوش و خروش سے ہو رہا ہے - فیڈرل گورنمنٹ اسکول طارق آباد میں سالانہ تقسیم انعامات و اسناد کی تقریب منعقد ہوئی - صدارت کے فرائض ڈائریکٹر جنرل آف آرمی ایجوکیشن کرنل سلیمی نے انجام دیئے - گرلز گائیڈز نے گارڈ آف آنر پیش کیا - اس کے بعد کھیلوں کے مقابلے ہوئے - چھوٹی چھوٹی بچیوں نے جو رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس تھیں ٹیبلو پیش کیا

وقار النساء گرلز کالج

ہر سال کی طرح وقار النساء گرلز کالج راولپنڈی میں ویمن نیشنل گارڈ کی پاسنگ آؤٹ پریڈ ہوئی - سالانہ کھیلوں کے مقابلے بھی ختم ہو گئے - تو جلسہ تقسیم انعامات و اسناد ضروری تھا، چنانچہ یہاں مہمان خصوصی کے لئے پاکستان بحریہ کے سرجن ریئر ایڈمرل شفیق الرحمان کو بلایا گیا - ویمن نیشنل گارڈ میں وقار النساء کالج کے علاوہ سی بی کالج کی طالبات نے بھی پاسنگ آؤٹ پریڈ میں حصہ لیا شفیق الرحمان نے سلامی لی - بعد میں کالج کی پرنسپل مسز رضیہ حسینی نے کالج رپورٹ پیش کی - مہمانِ خصوصی نے انعامات تقسیم کرنے کے بعد طالبات سے خطاب کرتے ہوئے اس اطمینان کا اظہار کیا کہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ طالبات ویمن نیشنل گارڈ اسکیم میں جس تندہی اور چابکدستی سے اپنی صلاحیتوں کو اپنایا ہے اس سے ان کی کامیابی کی مثال ملتی ہے - انہوں نے طالبات کو صحت کی جانب خصوصی توجہ دینے کی ہدایت بھی کی -

گورنمنٹ گرلز کالج اسلام آباد

فیڈرل گورنمنٹ کالج برائے خواتین اسلام آباد میں بھی سالانہ سپورٹس ڈے منایا گیا - ساتھ ہی جلسہ تقسیم انعامات و اسناد کے علاوہ نیشنل ویمن گارڈ کی پاسنگ آؤٹ پریڈ بھی تھی - ! نیشنل ویمن گارڈ کی پریڈ کی سلامی کے لئے میجر جنرل اے رحمان ڈائریکٹر آرٹلری تشریف لائے تھے - پریڈ میں فرسٹ ایڈ اور فور نغمار کی طالبات نے حصہ لیا تھا مہمان خصوصی نے انعامات دینے کے بعد طالبات کی جسمانی ورزش کے مظاہرے کو سراہا - اور صحت و تندرستی قائم رکھنے کے اصولوں پر عمل کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے مشورہ دیا - کہ پڑھائی کی طرف بھرپور توجہ دیں - کالج کی پرنسپل مس امروز بڑی خوش خوش نظر آ رہی ہیں - جب کہ طالبات کی ایک بڑی تعداد ان کے رویئے سے شاکی ہے - ان کا کہنا ہے طالبات کو کالج تک آنے جانے کے لئے بسوں کی کمی کے پیشِ نظر جن تکلیف دہ مراحل سے گذرنا پڑتا ہے - اس کا پرنسپل صاحبہ کو مطلق احساس نہیں - اس کے برعکس کالج لیٹ پہنچنے پر کلاسوں میں داخلہ ممنوع ہوتا ہے

OO

ناہید اختر

پاکستان فلم انڈسٹری کے گلوکاروں میں سے کوئی خاتون گلوکارہ آج تک ملکہ ترنم نور جہاں کی موجودگی میں کسی بھی قسم کا اعزاز لینے کی جرأت نہیں کر سکی۔ لیکن ناہید اختر نے یہ معرکہ سر کر لیا ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ بلوچستان آرٹس کونسل والوں نے انہیں بحیثیت ممتاز گلوکارہ کے تاج پہنایا تو ملکہ ترنم ملک میں موجود نہیں ہیں۔
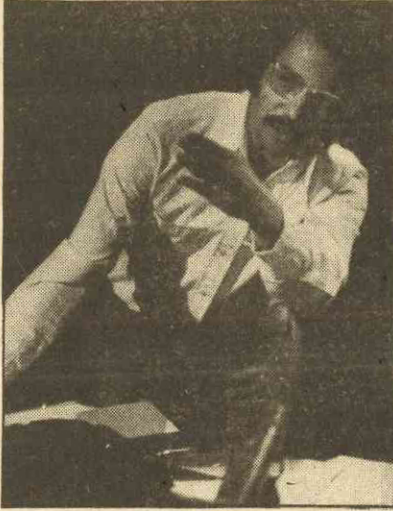
تشبیہ الحسن سید

چھوٹے قد بڑے بڑے بالوں والے کراچی ٹی وی اسٹیشن کے تشبیہ الحسن سید جن کا تعلق حالات حاضرہ کے شعبے سے تھا۔ شعبہ سے قطع نظر ان کی گرفت ویسے بھی حالات حاضرہ پہ خاصی مضبوط تھی جب ہی تو وہ تیزی سے ترقی کے مراحل طے کرتے ہوئے جنرل منیجر کے عہدے پہ پہنچ گئے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ ان کی ترقی پہ خوش ہونے والے اس بات سے افسردہ بھی ہیں کہ "وہ دور چلے جائیں گے"۔ تشبیہ الحسن سید پشاور کے جنرل منیجر مقرر ہوتے ہیں۔ جہاں وہ کنور آفتاب کی جگہ لیں گے۔ اور شاید اس اعتبار سے بھی انہیں مشکل صورت حال کا سامنا کرنا پڑے۔
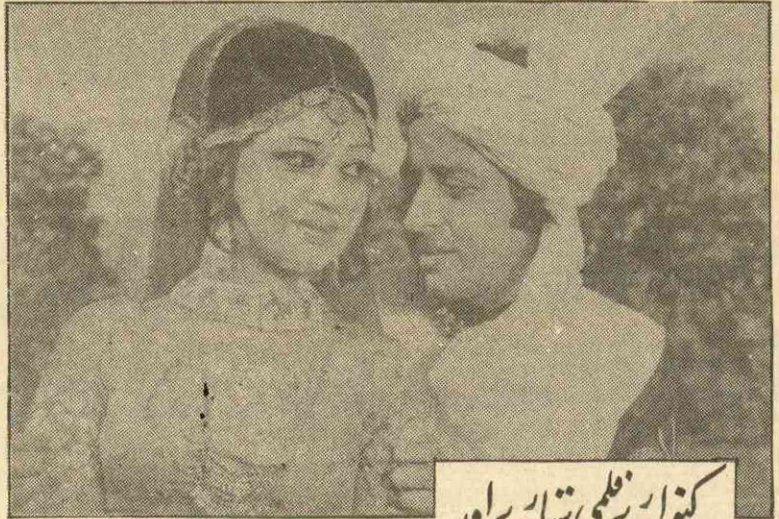
کنوارے فلمی ستارے اور خاندانی منصوبہ بندی

بچارے خاندانی منصوبہ بندی والے تھک چکے ہیں اپنی پالیسیوں اور کارروائیوں کو مشتہر کرتے کرتے جب ہی تو پچھلے دنوں لاہور میں فلم فیسٹول منعقد کرا کے تمام اداکاروں کو ایوارڈز سے نوازا جو مختلف فلموں میں خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق اداکاری کر چکے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ایوارڈ یافتگان میں سے سنگیتا، کویتا، ناہید اختر، مہ ناز، روبینہ بدر سمیت کا شمار غیر شادی شدگان میں ہوتا ہے۔ علی زیب، ندیم، شبنم، لشو، تسنیم فاضلی کو بھی ایوارڈ ملے ہیں۔

نادیہ

ماڈلنگ سے فلم لائن میں جانے والی شمسی شیخ نے بڑی اداکارہ بننے کی تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ ابتدائی کارروائی کے طور پر انہوں نے اپنا نیا نام نادیہ رکھا ہے۔ تبدیلی نام کے بعد وہ کون سے فتنے جگائیں گی۔ اس کا اندازہ ان کے پرانے نام کی سرگرمیوں سے کیا جاسکتا ہے کہ لندن میں پلے بوائے کی شوٹنگ کے دوران انڈسٹری کے ایک بڑے ہیرو کے ازدواجی تعلقات کو خطرے میں ڈال چکی ہیں۔
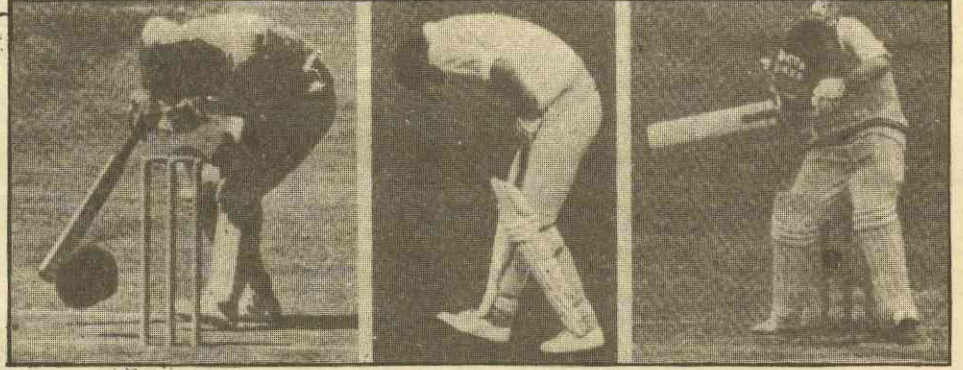
وسیم باری کی — آفتاب بلوچ

پاکستان کرکٹ ٹیم کے کپتان وسیم باری سنا ہے ان دنوں آرام کر رہے ہیں انگلینڈ کے خلاف سیریز میں انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کا اتنا زیادہ استعمال کیا کہ انہیں طویل عرصے تک آرام کا مشورہ دیا گیا ہے اور بی سی پی پیٹرنز ٹرافی کرکٹ ٹورنامنٹ میں وسیم باری کی بجائے آفتاب بلوچ اب پی آئی اے کے کپتان ہیں۔

آفتاب بلوچ کے بارے میں مشہور ہے کہ انگلینڈ کے کرکٹر جیوف بائیکاٹ کی طرح وہ بھی فاسٹ باؤلرز سے ڈرتے ہیں۔ لیکن فاسٹ باؤلرز سے ڈرنے میں آفتاب بلوچ تنہا نہیں ہیں بلکہ سیریز میں دنیا کے چند مشہور ترین بیٹسمینوں نے اپنے سر کو باؤنسرز سے بچانے کے لئے نہ صرف کرکٹ ہلمیٹ کا استعمال کیا بلکہ سینے پر زرہ بکتر باندھی اور ہاتھوں اور کہنیوں کو بچانے کے لئے لوہے کے خود پہنے۔ آفتاب بلوچ کے بہی خواہوں نے اسے مشورہ دیا ہے کہ وہ بھی کرکٹ ہلمیٹ پہنے اور سینے پر زرہ باندھے ان حفاظتی اقدامات کے بعد تو کم از کم اسے فاسٹ باؤلرز سے ڈرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اور اس طرح ٹیسٹ سائڈ میں چانس بھی مل جائے گا۔

شہناز شیخ

پاکستان کی ہاکی ٹیم کے سب سے نمایاں کھلاڑی شہناز شیخ خیر سے رشتۂ ازدواج سے منسلک ہو گئے ہیں۔ ان کی شادی اپنے رشتہ داروں میں ہوتی ہے اور ان کی بیوی کا نام درخشاں کنول ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شہناز جو پہلے ان سائڈ لیفٹ کھیلا کرتے تھے اب آئندہ ہونے والے ورلڈ ہاکی ٹورنامنٹ میں سنٹر فارورڈ کھیلیں گے ان دنوں شہناز "ہنی مون" منانے کے بجائے عظیم تر قومی مفاد کے تحت "ہاکی کوچ" کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

ادارۂ معیار کی ایک معیاری پیش کش

کی یاد میں

مستقبل کے پاکستان کے لئے

بچوں کے لئے

رنگا رنگ تصویروں، کارٹونوں، کہانیوں اور

سب دلچسپیوں سے معمور

ہر مہینے

عنقریب

اشاعت کا آغاز

ایجنٹ حضرات جلد رابطہ قائم کریں

ماہنامہ ٹوٹ بٹوٹ : پوسٹ بکس نمبر ۳۱۹۵ : کراچی ۲۹

جامعہ کراچی کے امور اور سلور جوبلی پر شہناز احمد کی رپورٹ

کیمسٹری کے فنڈز سے ۸۰ ہزار روپے میں سلور جوبلی کے بُت کی تعمیر

ذہنی ۔ مالی ۔ علمی ۔ تدریسی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ جامعہ کراچی ۲۷ ویں سال میں اپنی ۲۵ ویں سالگرہ منا رہی ہے اس کے موجودہ وائس چانسلر ٹوپی اوڑھے ہوئے مسجد مسجد جاکر وعظ کر رہے ہیں جامعہ کی زبوں حالی کے قصے سنا رہے ہیں ۔ سرسید جدید بننے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور ادھر جامعہ کراچی میں ایک طالب علم بڑی حیرانی سے پوچھتا ہے وائس چانسلر کو یہ کارٹون حرکتیں کرنے کی ضرورت کیا ہے؟

یہ طالب علم معصوم ہے کم سمجھ ہے اس لئے اتنی بے باکی سے سوال کرنے کی جرأت کر رہا ہے ۔ اسے یہ نہیں معلوم کہ کرسی بڑی اہم ہوتی ہے اس کی نشست اتنی نشہ آور ہوتی ہے کہ کافر چھٹتی نہیں ہے اس کے حصول سے زیادہ اس پر برقرار رہنے کے لئے آدمی کو تگ و دو کرنی پڑتی ہے اور ہمارے محترم وائس چانسلر کا مسئلہ یہی ہے کہ وہ اس وقت فنڈز جمع کرنے کے نام پر ۔ سلور جوبلی کے ذریعے ۔ کسی نہ کسی طرح "کرسی بچاؤ" ۔ جدوجہد میں مصروف ہیں ۔ "تین فٹ کا فاصلہ" والے میجر آفتاب خطرے کی گھنٹی کی طرح بج رہے ہیں لہٰذا ان سے زیادہ وفادار ثابت کرنے کی کوشش شیخ الجامعہ کو بے کل کئے ہوئے ہیں ۔

جامعہ مالی بحران کا شکار ہے ۔ خسارے میں ہے اس کے لئے ریزرو فنڈز کی ضرورت ہے لیکن اس مادر علمی کے نگہبان نے کبھی اس بارے میں بھی سوچا ہے کہ جامعہ اس قوم کو ۔ معاشرے کو کیا دے رہی ہے؟ ڈگریوں کی شکل میں کاغذ کے ٹکڑے لئے ہوئے مستقبل کی تعمیر کا گراں بار سنبھالنے کے لئے وہ جو کھوکھلی نسل تیار کر رہے ہیں اسے ہم کس کے کھاتے میں ڈالیں ۔ کس کے حساب میں لکھیں؟ لیکن وائس چانسلر صاحب کا شاید یہ موضوع نہیں ہے ان کا مسئلہ فنڈز ہے ۔ کرسی ہے ۔ اور اس کے لئے اخبارات میں خبریں اور تصویریں چھپوانے والی سرگرمیوں کی ضرورت ہے گہرائیوں میں جانے اور عرق ریزی کرنے کی نہیں ۔

جامعہ کراچی کا خسارہ آج کی نہیں پرانی بات ہے ہر دور میں ہر وائس چانسلر کو یہ مسئلہ درپیش رہا ہے تین سال پہلے جب پہلی بار حکومت نے یہ خسارہ دریافت کیا تھا تو یہ نو کروڑ روپے کا تھا اسکی تحقیقات ہوئیں انکوائری ہوئی اور

اس طرح ایک سال گزرا تو یہ ڈھائی کروڑ روپے تک پہنچ گیا تھا تحقیقات میں یہ بھی انکشاف ہوا تھا کہ جامعہ کراچی کی انتظامیہ نے سنگین بے قاعدگیوں کا ارتکاب کرتے ہوتے ان فنڈز کو استعمال کر لیا تھا جو وہ نہیں کر سکتی تھی یہ کہا جاں بھی اب پرانی ہو چکی ہیں کہ اس خسارے کی بنیاد بد عنوانیوں، اقربا پروریوں دوست نوازیوں کا وہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جو جامعہ کراچی میں آج تک جاری ہے اشتیاق حسین قریشی جو بنیادیں ڈال کر گئے تھے جامعہ کراچی آج تک ان سے انحراف کی جرأت نہیں کر سکی ہے میجر آفتاب جو معنوی اور روحانی طور پر ان کے صحیح جانشین بننے کے قابل ہیں پر تول رہے ہیں اور احسان رشید صاحب کا یہی مسئلہ ہے کہ وہ کسی طرح یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جو کچھ میجر آفتاب کر سکتے ہیں۔ وہ خود بھی کر سکتے ہیں۔ اگر شیخ للجامعہ کو واقعی تحقیقی کاموں کے لئے زیرِ مبادلہ فنڈ درکار ہے تو اس کا کیا جواز ہے کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ میں حسین ابراہیم جمال ٹرسٹ کی طرف سے تحقیقی کاموں کے لئے مخصوص رقم میں سے اسّی ہزار روپے سلور جوبلی کا بُت تراشنے پر صرف کر دیئے جائیں۔

سلور جوبلی کا افتتاح مشیر تعلیم کریں یا صدرِ پاکستان کیا اُسے منانے والوں نے یہ بھی سوچا ہے کہ جامعہ کراچی کے طلبہ۔ اور اساتذہ جو جامعہ کی زینت ہیں اس کا جسم و جان ہیں۔ اس سے اتنے بیزار اور الگ الگ کیوں ہیں؟ یونین کے صدر جن پر یونین فنڈز کے ۶۱ ہزار روپے کے غبن کا الزام ہے ان کے چند چیلے اور کچھ باہر کے لوگ۔ جامعہ کی اتنی بڑی سلور جوبلی منانے والوں کی کل یہ اسائل ہے اس ISOLATION میں سلور جوبلی منانے کی وجہ کیا ہے اس سلسلے میں طلبہ کا ردِعمل (بکس دیکھئے) سامنے ہے۔ اساتذہ کی صورت حال یہ ہے کہ جامعہ کے سنیئر پر... کے ارکان پر مشتمل ا... اس نے سلور جوبلی ... اس سلسلے میں کمیٹی...

سِلور جوبلی ڈھکوسلہ ہے وائس...

شوان بلوچ

نادرہ اختر

ظفر عالم

جامعہ کراچی کی سلور جوبلی طلبہ کو کیا دے رہی ہے یا طلبہ اس سے کس حد تک مطمئن ہیں اور کس حد تک اس میں شریک ہیں اس کا اندازہ طلبہ کے ان خیالات سے کیا جا سکتا ہے

مسلم اسٹوڈنٹس کراچی کے چیف آرگنائزر منظر عالم کا تعلق فلاسفی کے شعبے سے ہے۔ انہوں نے سلور جوبلی کی تقریب پر تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا "تقریب ضرور ہونی چاہیئے۔ لیکن وائس چانسلر جو کارٹون کی طرح حرکتیں کر رہے ہیں میں ان کے خلاف ہوں۔ مسجدوں کے باہر جا کر بھیک مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ذاتی عزت نہیں ہے انہیں فنڈز جمع کرنے میں مشکلات پیش آ رہی ہیں"۔

منظر کا کہنا ہے "تعلیم حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لڑکے لڑکیاں کیوں بھیک مانگیں اگر حکومت فنڈ نہیں دے رہی تقریبات نہ کریں۔ ویسے بھی جامعہ دیوالیہ ہے پہلے اس کے دیوالیہ پن کو ختم کرنے کی کوشش ہونی چاہیئے نہ کہ رسمی کارروائیوں کے لئے بھیک مانگیں۔

منظر نے غصّہ سے کہا پڑھنے کو کتب نہیں ہیں تجربات کے لئے آلات نہیں ہیں۔ اور ریلے ڈھنگی تقریبات پر پیسہ ضائع ہو رہا ہے۔ "کیا وجہ ہے کہ طلبہ کی شرکت برائے نام ہے؟" میرے اس سوال پر اس نے کہا جمعیت اور انتظامیہ کی دھاندلیوں نے عام طلبہ کو بددل اور بدظن کر دیا ہے اس نے بتایا کہ بزم ثقافت ہونے کے باوجود یونین باہر سے جمعیت کے کارکن منظور شیخ کو بلوا کر انتظامی کام کروا رہی ہے۔ اسی طرح انتظامیہ بھی طلبہ کی شرکت نہیں چاہتی۔ اسی سبب تعطیلات میں پروگرام ہو رہے ہیں اس نے ہنستے ہوئے کہا میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ سلور جوبلی نہیں ہو گی کہ دس دفعہ ملتوی ہو چکی ہے اور خدشہ اس بات کا ہے کہ آخر میں مہمان خصوصی کہیں خالد رحمٰن (کراچی جمعیت کے ناظم) کو نہ بنا دیا جائے۔

بی ایس او کے شواز بلوچ کہتے ہیں "شور تو بہت سن رہے ہیں لیکن آثار نظر نہیں آتے۔ جامعہ کے طالب علم ہونے کے باوجود عام لوگوں کی طرح ہمیں بھی اخبارات ہی سے پتہ چلتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ اس کا کہنا ہے اصولی طور پر جامعہ کراچی اس عیاشی کی متحمل نہیں ہے اس سے بہتر ہے کہ لائبریری اور لیبارٹری کی ضروریات پوری کی جائیں اس کے بقول یوں بھی طلبہ سے زیادہ تقریب میں حکومت دلچسپی لے رہی ہے۔ طلبہ کو کوئی لفٹ نہیں ہے خوش تو جمعیت کے "چاچا تایا" ہیں کہ ان کی یونین قانونی طور پر ختم ... پر اب تک قائم ... شعبۂ صحافت ... ہونی چاہیئے تھی ... ہو جاتا۔ اب جب ... مقصد سمجھ میں نہیں ... فی صد بھی دل چسپی ... اپنی مرضی سے۔ ... شامل ہیں۔ کیونکہ ... کتب، ... سلطان ... ہوئے کہا ...

وائس چانسلر ریفرنڈم کرا لیں، سلور جوبلی کی پول کھل جائے گی

بیت کی یونین کے صدر نے طلبہ فنڈ سے اکسٹھ ہزار روپے غائب کر دیئے

ں اور ڈاکٹروں اور سنڈیکیٹ
سلور جوبلی کمیٹی تشکیل دی گئی تھی
یں میں کوئی دلچسپی نہ یا تھ بٹایا
اسی تک منعقد نہ ہو سکا، مارچ

کو ہونے والی سلور جوبلی کے لئے یکم مارچ تک دعوت نامے چھپنے کے لئے پریس تک نہیں جا سکے تھے۔ بیرونی تعاون کا یہ حال ہے کہ بہت سے مخیر حضرات نے سلور جوبلی کے بار بار کے التواء پر تعاون کی پیش کش واپس لے لیں۔ ان

کا کہنا تھا کہ جامعہ والے شاید خود سنجیدہ نہیں ہیں۔

سلور جوبلی کے لئے بیس ہزار روپے کے صرف ٹینٹ لگائے جائیں گے۔ دوسرے تمام خرچ اس کے علاوہ ہیں چلئے یہ رقمیں ممکن ہے۔ ایسی زیادہ نہ ہو۔ جنہیں جامعہ کے ارباب

اختیار خاطر میں لاتے ہوں لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ سلور جوبلی کس بات کا اظہار تفاخر ہے؟ جامعہ میں ہونے والی بدعنوانیوں۔ بے قاعدگیوں کا یا جامعہ پر غنڈہ گردی کے راج کا۔ علم اور دانش کے فقدان کا یا باہمی آویزشوں کے طرۂ امتیاز کا۔ انداز تفاخر اگر یہی ہے تو آیئے جامعہ کے اس دیوالیہ پن کا ہم بھی جشن منائیں۔ تھری چیئرز فار وی سی۔ ہپ ہپ ہرّے۔

۷ مارچ کی تقریب کے لئے دعوت نامے ابھی تک چھپ نہیں سکے،

شہناز احد سلور جوبلی کے بارے میں اپنی رپورٹ میں لکھتی ہیں۔

جامعہ کی انتظامیہ کے بقول ان کے پاس سلور جوبلی کے لئے کوئی خاص فنڈ نہیں ہے نہ ہی حکومت نے خصوصی امداد دی ہے، اور اسی وجہ سے وائس چانسلر نے ٹی وی کے ذریعے اہل کراچی سے ۵ روپے فی آدمی کے حساب سے چندے کی رقم یوبی ایل کی کسی بھی برانچ میں جمع کرانے کی اپیل کی تھی۔ ان کی یہ اپیل کس حد تک کامیاب ہوئی اس کا اندازہ سلور جوبلی کے بعد کیا جائے گا کہ فی الوقت کسی بنک سے حساب کتاب نہیں لیا جائے گا۔

انتظامیہ کا کہنا ہے کہ معاشی مشکلات کے سبب بہت کم پروگرام ہوں گے زیادہ تر پروگرام علمی انداز میں ہوں گے پہلے دن کتابوں کی نمائش ہوگی۔ اور سمپوزیم ہوگا، یہ پروگرام کانوکیشن گراؤنڈ میں ہوگا، اس کے اخراجات مخیر حضرات اٹھائیں گے بعد کے پروگرام آڈیٹوریم میں ہوں گے۔ قدیم طلبہ کی جانب سے مشاعرہ ہوگا۔ مختلف کھیلوں کے میچ کے علاوہ مختلف سیمینار ہوں گے۔ جامعہ کراچی اس موقع پر

جامعہ کے طلبہ کیا کہتے ہیں؟

نسلر کارٹون بننے کی کوشش کر رہے ہیں

شہناز
سلطانہ

ے باوجود محض سرکاری حمایت

ل نازملک کہتی ہیں "سلور جوبلی
ف جامعہ کی حد تک چھوٹا موٹا فنکشن
ت گزر چکا ہے اس ڈھونگ کا
۔ جب کہ طلبا کو اس سے ایک
ا ہے۔ انتظامیہ جو کچھ کر رہی ہے
ے لگتا ہے کہ انتظامیہ کے مفادات
بار اس مسئلے پر کہہ چکے ہیں کہ انہیں
ہو لینی چاہئیں۔
تون فیڈریشن کی نمائندگی کرتے
سال سے شور سن رہے ہیں لیکن

سلور جوبلی ہے کہ ہو نہیں پاتی۔ اب تو لگتا ہے جوبلی جامعہ کی نہیں جمعیت کی منائی جا رہی ہے۔ ان کا کہنا ہے سلور جوبلی کسی شخص کی نہیں ہے جامعہ کی ہے اس کے باوجود شخصیات کی خاطر اس کو لیٹ کیا گیا۔ شخصیت بھی ایسی جس کا تعلق تعلیم کے شعبے سے دور دور تک نہیں ہے لگتا ہے ملک سے پڑھے لکھے افراد ختم ہو گئے ہیں۔ اس لئے فوجی حکمرانوں کو بلایا جا رہا ہے۔ سلطانہ کے خیال میں اس سے بہتر تھا وائس چانسلر کی سربراہی میں رسم پوری کر دی جاتی۔

نادرہ اختر کا تعلق پروگریسو فرنٹ سے ہے انہیں تقریب پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جس طرح منائی جا رہی ہے اس پر شدید احتجاج کرتی ہیں۔ انہوں نے

کہا طلبہ ایک تو آ نہیں رہے ہیں۔ دوسرے انہیں لفٹ نہیں مل رہی ان حالات میں سلور جوبلی کا مقصد خود بخود فوت ہو جاتا ہے ان کے خیال میں یہ تقریب مسائل کا حل بھی نہیں۔ کہ باہر سے لوگوں کو بلا کر اکھاڑہ لگانا طلبہ کے مفاد میں نہیں ـــ نادرہ کا کہنا ہے حکومت گرانٹ نہیں دیتی تو جامعہ کو بند کر دیں۔ پھر ہم طلبہ اپنا انتظام خود کر لیں گے۔ لیکن فقیروں کی طرح بھیک تب بھی نہیں مانگیں گے۔ انہوں نے کہا اب جو پروگرام ہو رہے ہیں ان سے خسارہ مزید بڑھے گا۔ ان حالات میں اس کی ذمہ داری حکومت پر جائے گی کہ طلبہ کو کسی بات کی نہ خبر ہے نہ دلچسپی طلبہ کی شراکت کے موقف پر ان کا کہنا ہے ریفرنڈم کرا لیں وائس چانسلر کی ساری قلعی کھل جائے گی۔

خصوصی سپلیمنٹ اور میگزین بھی نکال رہی ہے۔ اس کے اخراجات بذریعہ اشتہارات پورے کئے جا رہے ہیں۔

جامعہ کی انتظامیہ کی جانب سے منائے جانے والی اس سلور جوبلی سے جامعہ کے اساتذہ طلبہ اور دیگر افراد لتنے ہی لاتعلق ہیں جتنے جامعہ سے باہر کے افراد، بیشتر اساتذہ نے اس موقع پر کسی بھی قسم کی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ چند ایک بولنے کو تیار ہوئے لیکن اس لئے نہیں کہ چھاپا جائے۔

جامعہ میں ۷ رمارچ سے شروع ہونے والی سلور جوبلی کے بظاہر کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ سوائے اس سڑک کے جو چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کے آنے کی خبر سے مکمل ہوگئی یا جامعہ کی داخلی سڑک پر بننے والا سلور جوبلی یادگاری نشان تھوڑا بہت احساس دلانے کی کوشش کرتا ہے۔

سلور جوبلی کی یہ یادگار بیشتر غلطیوں کی اصلاح کے بعد ۸۰ ہزار میں مکمل ہوئی ہے۔ رقم کا استعمال اس حسین ابراہیم جمال فنڈ سے کیا گیا ہے جو کیمسٹری ریسرچ پروجیکٹ کے لئے ملی تھی۔ جامعہ میں آج کل تعطیلات ہیں۔ طلبہ کی آمد رفت برائے نام ہے۔ اس تقریب کا مہمان خصوصی جنرل ضیاء الحق صاحب کو بننا تھا۔ ان کی مصروفیات کے پیش نظر ہی تقریب ملتوی ہوتی رہی ان کے نہ آنے کا سبب بھی ان کی مصروفیات ہیں۔ جب کہ کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ "جامعہ کراچی کی سیکورٹی رپورٹ باوجود کوششوں کے اچھی نہیں گئی"۔

رپورٹ سے قطع نظر جامعہ میں کشیدگی بدستور ہے اور یک طرفہ طور پر منائی جانے والی اس سلور جوبلی کا اللہ ہی حافظ ہے۔

جامعہ کراچی کے غیر تدریسی عملہ کیطرف سے سنڈیکیٹ کے نام مکتوب!

کراچی یونیورسٹی کے ۱۲۶ غیر اساتذہ ملازمین کی طرف سے سنڈیکیٹ کے چیئرمین / وائس چانسلر اور سینڈیکیٹ کے جملہ ارکان کے نام ایک محضر نامہ پیش کیا گیا ہے جس میں ان کی توجہ یونیورسٹی کے اندر ہونے والی پاسداری اور اقربا پروری کی طرف مبذول کرائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ان برائیوں نے یونیورسٹی کے اندر گہری جڑ پکڑ لی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ساری حرکتیں ایک ایسے گروپ کی طرف سے ہو رہی ہیں۔ جس نے تقریباً تمام کلیدی عہدوں پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اس گروپ کا خاص مقصد اپنے پسندیدہ افراد اور رشتہ داروں کو نوازنا اور ذہین افراد کو جن کا قانونی اور جائز طور پر حق پہنچتا ہے محروم کرنا ہے ان لوگوں نے ملازمین کی اپنے طور پر درجہ بندی کر رکھی ہے پہلا درجہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو اس گروہ کے محبوب ہیں اور چار پانچ سال کے عرصے میں لوئر ڈویژن کلرک اور اپر ڈویژن کلرک کے عہدوں کا چکر پورا کر کے آفس اسسٹنٹ بن جاتے ہیں خواہ وہ اس کے اہل ہوں یا نہ ہوں۔

دوسرا درجہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو انتظامی دفاتر میں کام کرتے ہیں۔ اور تمام بدعنوانیاں انہیں کے ذریعہ گزرتی ہوئی بروئے کار آتی ہیں۔ تیسرا درجہ وہ ہے جو ان کی خاص زبان میں "ایس ایس سی" (شیڈول کاسٹ کیٹیگری) کہلاتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جنہیں کسی نہ کسی بہانے ترقیوں سے محروم رکھا جاتا ہے کسی کے متعلق مطلوبہ تعلیمی صلاحیت نہ ہونے کا عذر تراشا جاتا ہے تو کسی کو ٹیکنیکل شعبے کے لئے جسمانی طور پر نااہل قرار دے دیا جاتا ہے اب چاہے اس کا سکشن انچارج اس سے خواہ کتنا ہی مطمئن کیوں نہ ہو اسے نام نہاد ٹیسٹ میں بیٹھنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور پھر کوئی نہ کوئی نقص بتا کر اسے نااہل قرار دے دیا جاتا ہے اور کچھ نہیں تو یہی کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کی کانفیڈنشیل رپورٹ میں اس کے خلاف خراب ریمارکس موجود ہیں حالانکہ یہ کہنا قطعی غلط نہیں کہ اسی درجے کے لوگ جنہیں نااہل قرار دیا جاتا ہے "انتظامی ڈھانچے کی ریڑھ کی ہڈی" کی حیثیت رکھتے ہیں اگر ان کی صلاحیتوں سے بجا طور پر کام لیا جائے تو یہ بے حد سودمند ثابت ہو سکتے ہیں لیکن ان کی حوصلہ افزائی کے بجائے حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔

محضر نامے میں کہا گیا ہے کہ قوم کی تعمیر کرنے والے اس ادارے کو "راجہ رنجیت سنگھ کی ریاست" میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اقربا پروری کی مثال پیش کرتے ہوئے مسٹر غیاث الدین احمد چیف اکاؤنٹنٹ کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ یونیورسٹی کے چانسلر کے حکم مجریہ ۱۹۷۰ء کو نظر انداز کرتے ہوئے چیف اکاؤنٹنٹ کے پوسٹ کی تعلیمی شرط میں ترمیم کر دی گئی یعنی کہا گیا کہ بی کام کے علاوہ آرٹس گریجویٹ کی درخواست پہ بھی غور کیا جائے گا۔ اس طرح مسٹر غیاث الدین احمد کو جنہوں نے اس وقت بی اے بھی مکمل نہیں کیا تھا چیف اکاؤنٹنٹ مقرر کر دیا گیا حالانکہ وہ سلیکشن بورڈ کے

سلور جوبلی کے ٹینٹ کا خرچ ـــــ ۳۰ ہزار روپے

جامعہ میں اس وقت ۸ ہزار طلبہ و طالبات ہیں۔ ان میں سے بمشکل پندرہ فیصد کو اس تقریب سے تھوڑی بہت دلچسپی ہے۔ ابتدائی پروگراموں میں مختلف شعبوں کی شرکت بذریعہ پروگرام رکھی گئی تھی۔ لیکن اب کوئی شعبہ اس سلسلے میں خصوصی تقریب منعقد نہیں کر رہا۔

وائس چانسلر کی جانب ـــ ... خسارہ کے پروپیگنڈے میں ہونے والی اس تقریب نے طلبہ کو مزید بددل کر دیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ چونچلا کسی بھی صورت ان کے مفاد میں نہیں ہے۔ ایک جانب جامعہ کی انتظامیہ خسارہ دل کا شور مچا رہی ہے دوسری طرف سنڈیکیٹ نے حال ہی میں گریڈ ۲۰ کے تمام پروفیسروں کو تین سو روپے ماہانہ تفریحی الاؤنس کے ساتھ ساتھ پروفیسروں کے گھروں پر یونیورسٹی کی جانب سے ایک "اردلی" رکھنے کی اجازت دی ہے۔ جس کا خرچ یونیورسٹی اٹھائے گی۔

طلبہ یونین

۱۹۷۶ء میں منتخب ہونے والی جامعہ کراچی کی یونین کا قانونی وقت بھی پورا ہو چکا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ قائم دائم ہے۔ جب کہ یونین کے بیشتر ممبران یونیورسٹی سے فارغ ہو چکے ہیں۔ سلور جوبلی کے موقع پر یونین انڈسٹریل

قوم کو تعمیر کرنے والا ادارہ

راجہ رنجیت سنگھ کی ریاست میں تبدیل ہو گیا ہے

سنڈیکیٹ کی مطلوبہ شرائط پوری کرنے میں بھی ناکام ہے اس سلسلے میں آئی بی اے کے ڈاکٹر ہاشمی نے تحقیقات بھی کی لیکن اسے دبا دیا گیا۔

ایک اور مثال مسٹر الیس جمال الدین کی پیش کی گئی ہے جن کا ۱۹۷۲ء میں بحیثیت لوئر ڈویژن کلرک تقرر ہوا تھا لیکن اب وہ پچھلے ایک سال سے اسسٹنٹ کنٹرولر آف اکزامینیشن کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں جب کہ اکثر ایسے لوگ جو ان سے سینئر ہیں اب بھی زیادہ سے زیادہ اپر ڈویژن کلرک کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ دو افراد کو بجٹ میں منظوری نہ ہونے کے باوجود اسسٹنٹ کنٹرولر آف اکزامینیشن کے عہدے پر فائز کر دیا گیا ہے ان میں سے ایک تقرر دسمبر ۱۹۷۶ء میں وائس چانسلر نے عارضی طور پر کیا تھا اس تقرر کو مناسب ادارے میں پیش کر کے باضابطہ بنا لینا چاہیے تھا۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ مزید یہ کہ سابق وائس چانسلر اس کی بعض مجرمانہ حرکتوں کی بنا پر اکزامینیشن ڈیپارٹمنٹ میں اس شخص کے داخلے پر پابندی لگا چکے تھے یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سلیکشن بورڈ کے باقاعدہ منتخب کردہ دو امیدوار عرصے سے انتظار کر رہے ہیں لیکن ادھر چور دروازے سے غیر مستحق افراد کو اسسٹنٹ کنٹرولر آف اکزامینیشن کے عہدوں پر فائز کیا جا رہا ہے۔

اسی طرح کلینک میں کمپاؤنڈر اور پی سی سی اینڈ ٹی ڈیپارٹمنٹ میں اسٹور کیپر کے تقرر کے سلسلے میں بھی مبینہ دھاندلیوں کی مثالیں پیش کی گئی ہیں اس کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایک اردو ٹائپسٹ سے عرصہ تک ٹرانسپورٹ انچارج کی حیثیت سے کام لیا جاتا رہا آخر کافی احتجاج کے بعد سے اس کی جگہ پر واپس بھیجا گیا۔

اسی طرح اور بھی متعدد بدعنوانیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بعض اساتذہ جو پی ایچ ڈی کر رہے ہیں وہ اپنے مقالات یا کتابوں کے مسودے تیار کرنے کے سلسلے میں یونیورسٹی کے ٹائپسٹوں اور اسٹینو گرافروں سے بلا معاوضہ کام لیتے ہیں اور اس کے لئے آفس ہی کی اسٹیشنری استعمال کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کا ذاتی کام ہوتا ہے۔

غیر قانونی طور پر مقرر شدہ ترقی یافتہ لوگوں سے متعلق ایک فہرست کی تیاری ہونے والی ہے۔ اس سے متعلق محضر نامہ میں چند سوالات تجویز کئے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ انتظامیہ کو ان سوالات پر مشتمل ایک فہرست تیار کرنی چاہیے۔

(الف) پہلا تقرر اس کی تاریخ اور عہدہ

(ب) پہلی ترقی کب ہوئی (ترقی کی تاریخ اور اگر کوئی پیشگی اضافہ دیا گیا ہو تو اس کا حوالہ)

(ج) دوسری ترقی کب ملی (ایضاً)

(د) تیسری ترقی کب ملی (ایضاً)

(ہ) چوتھی ترقی کب ملی (ایضاً)

(ز) سنیارٹی لسٹ میں ان لوگوں سے متعلق بھی اطلاعات ہونی چاہئیں جو ماضی میں مستعفی ہو چکے ہوں دوبارہ ملازمت پر آتے ہوں (دوبارہ آئے ہوں تو آنے کی تاریخ) زیادہ ابتدائی تنخواہ دی گئی یا نہیں۔ کیا ان کی سابقہ سروس کو بھی موجودہ سروس کی طوالت میں شامل کیا جائے گا۔

آخر میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ تمام بے ضابطگیوں اور بدعنوانیوں کی چھان بین کر کے ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ مستحق افراد کی شکایات کا ازالہ ہو سکے اور ان کے حقوق محفوظ رہیں۔

نمائش کا انتظام کر رہی ہے، اس نمائش کے پچاس سے زائد اسٹال فروخت ہو چکے ہیں۔ ان کی آمدنی سے یونین دیگر پروگرام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

طلبہ کی یہ یونین آج کل شدید اختلافات کا شکار ہے۔ یونین کے صدر اسلامی جمعیت طلبہ سے مستعفی ہو کر ناراض بیٹھے ہیں، ایک اطلاع کے مطابق یونین فنڈ کا ۶۱ ہزار روپیہ غائب ہے۔ اس سلسلے میں ،صدر یونین سے حساب کتاب طلب کیا ہے۔ صدر یونین محمود اللہ والا کے مطابق "یونین فنڈ سیکریٹ چیز ہے لہذا وہ کسی کو بتا نہیں سکتے"۔ انہوں نے بتایا کہ ہونے والے پروگراموں میں اس فنڈ کا استعمال نہیں ہو رہا ہے۔ انہوں نے اس بات کی بھی تردید کی کہ یونین میں کس قسم کے گروپ ہیں۔ ان کا کہنا ہے، اختلاف رائے ہو سکتا ہے لیکن گروپ بندی نہیں ہے اپنے استعفیٰ سے متعلق خبر کی تصدیق کرتے ہوئے انہوں نے کہا میں نے جمعیت کی رکنیت سے استعفےٰ دیا ہے کہ میری تعلیم ختم ہوئے ۶ ماہ مکمل ہو چکے ہیں اور یہ جمعیت کا اصول ہے۔

طلبہ کی عدم دلچسپی کے تذکرے پر انہوں نے کہا "اس میں وائس چانسلر صاحب کا دوش ہے کہ انہوں نے طلبہ کو اعتماد میں لئے بغیر تمام فیصلے اور پروگرام یک طرفہ طور پر کئے ہیں۔ اس کے باوجود ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم ان کے ساتھ مل کر کام کریں"۔ محمود نے کہا "جامعہ کی سلور جوبلی بہت ہی خوشی کا موقع ہے۔ اہل کراچی کو شکر گذار ہونا چاہیئے کہ، جامعہ نے ان کے لئے عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے خراج عقیدت پیش کریں"۔

جامعہ کراچی کے طلبہ وطالبات خوش گپیوں میں مصروف ہیں

سلور جوبلی کمیٹی

سلور جوبلی تقریبات کے سلسلے میں بننے والی کمیٹی کے ارکان۔

چانسلر۔ گورنر عبدالقادر شیخ
وائس چانسلر ڈاکٹر احسان رشید۔ چیئرمین
پرو وائس چانسلر ڈاکٹر محفوظ علی۔ وائس چیئرمین۔
ایف آر ایس۔ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی۔
ڈین سائنس فیکلٹی ڈاکٹر ایس ایم اے ترمذی
ڈین آرٹس فیکلٹی ڈاکٹر ریاض الاسلام
ڈین فارمیسی فیکلٹی ڈاکٹر سید صابر علی۔

ڈین فیکلٹی ایجوکیشن مسز برجیس خان،
مسٹر احمد صادق۔
چیئرمین شعبۂ زولوجی۔ ڈاکٹر ایس حامد محمود۔
ڈائریکٹر فزیکل ایجوکیشن مس صوفیہ خاتون۔
کیمپ آفیسر ڈاکٹر اسمٰعیل صدیقی۔
ممبر سنڈیکیٹ مس انیتا غلام علی، مسٹر امتیاز حسن
ڈاکٹر افتخار علی، مسٹر رئیس احمد

رجسٹرار۔ ڈاکٹر اسمٰعیل سعد
لائبریرین۔ مسٹر عادل عثمانی۔
ڈائریکٹر فنانس مسٹر عبدالقادر میمن۔ مسٹر ایم اے اختر
مشیر طلبا۔ ڈاکٹر ایس آئی احمد اور ڈاکٹر اخلاق احمد
پروفیسر نسیم ترمذی۔ مسٹر ایس علی عارف رضوی
یونیورسٹی انجینئر مسٹر اظہار الاسلام
صدر طلبہ یونین محمود احمد اللہ والا، صوفی محمد اشرف۔

سرورق

پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس ــــــ ایک جائزہ

پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس ۔مجریہ ۱۹۶۳ء ۔ یہ آرڈیننس تین حکمرانوں کے ادوار سے گذر کر اب چوتھے عبوری دور میں اپنی حشر سامانیاں بپا کر رہا ہے اخبارات وجرائد پر اس کے تحت ہر دور میں قدغن لگتی رہی ہے نوکر شاہی کے ہاتھ میں اس کی حیثیت بہت ایک کھلونے کی سی رہی ہے جس سے وہ جب چاہے کھیلتی ہے اور اس کے ذریعے اخبارات اور جرائد کی چابی بھرتی رہتی ہے اس آرڈیننس کے تحت معیار سے بیس بیس ہزار روپے کی دو اور تیس ہزار روپے کی ایک ۔ضمانت طلب کرنے کے لئے اظہار وجوہ کے نوٹس دیئے جاچکے ہیں ۔اسی طرح کے نوٹس روزنامہ مساوات، روزنامہ حیات، روزنامہ امن، روزنامہ صداقت، ہفت روزہ الفتح اور ماہنامہ ہیرالڈ کو دیئے جاچکے ہیں۔

لیکن یہ آرڈی ننس کیا ہے اس کی دفعات کیا ہیں ۔اس کی تاریخ کیا ہے ۔اس کے تحت پچھلے ادوار میں کیا کیا کارروائیاں ہوئی ہیں ۔مختلف مضامین کے ذریعے ہم نے تحقیقی رپورٹ مرتب کرنے کی کوشش کی ہے یہ محض اس دور کا کوئی مسئلہ نہیں ہے جب کہ اس کی تاریخ پندرہ سال پرانی ہے ۔ اور ہم نے صرف مختلف پہلوؤں سے اس کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کی اس کے بارے میں آراء ۔ کو اس موضوع کے تحت اپنی رپورٹ میں شامل کیا ہے ہماری کوشش تھی کہ ممتاز مدیروں، پی ایف یو جے، سی پی این ای ایس کے نمائندوں اور اطلاعات سے متعلق سرکاری اہل کاروں کے انٹرویو شامل کئے جائیں ۔ لیکن ہم اپنی اس کوشش میں پوری طرح کامیاب نہ ہوسکے ایڈیٹر معیار نے راولپنڈی جاکر اطلاعات کے سیکرٹری جناب ظہور آزاد اور ایڈیشنل سیکرٹری جنرل مجیب سے انٹرویو حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے انہیں وقت نہیں دے سکے۔ ہم نے کراچی میں سیکرٹری اطلاعات سندھ جناب یوسف جمال صاحب سے بھی انٹرویو کے لئے وقت لینے کی کوشش کی لیکن وہ بھی سرکاری مصروفیات سے وقت نہ نکال سکے ۔ تاہم جتنے انٹرویو ہمیں مل سکے ۔ ہم شاملِ اشاعت کر رہے ہیں

۱۹۶۳ء سے

پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس

کے تحت

ہونے والی کارروائیاں

اخبار بند، ایڈیٹر گرفتار، نیوز پرنٹ منسوخ، اشتہار بند

پی ایف یو جے کے ریکارڈ اور

اخباری فائلوں کی مدد سے معیار کے اسٹاف کی تحقیقی رپورٹ

ایوب خاں کے دورِ حکومت میں ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء کو سیاہ ترین قانون پریس اینڈ پبلیکیشن امینڈمنٹ آرڈی ننس نافذ کیا گیا ۔ایسا سیاہ قانون برطانوی حکمرانوں نے بھی اپنے اقتدار کے دوران نافذ کرنے کی جرأت نہ کی ۔حکمران طبقہ نے مارشل لاء آرڈی ننس کے تحت آزاد اخبارات اور جرائد، امروز، لیل و نہار کو جو پروگریسو پیپرز کی ملکیت تھے اپنی تحویل میں لے کر مملکت کے چوتھے ستون پر بھرپور حملہ کا آغاز کیا ۔اخبارات کو یکے بعد دیگرے وفادار صنعت کاروں اور تاجروں کے ہاتھوں نیلام کیا گیا ۔پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈی ننس کے نفاذ کے بعد نیشنل پریس ٹرسٹ کی داغ بیل ڈالی گئی اور اس میں ملک کے چودہ ہفت روزہ جرائد اور روزناموں کو شامل کیا گیا جس میں پاکستان ٹائمز، امروز، مارننگ نیوز اور مشرق خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔ اس کام کو ان بڑے صنعتکاروں اور تاجروں کے تعاون سے انجام دیا گیا ۔جنہوں نے بھاری فنڈ مہیا کیا ۔اس زمانے میں اہم نیوز ایجنسی اے پی پی کو ایوب حکومت نے آرڈی ننس کے تحت اپنے کنٹرول میں لے لیا ۔بظاہر یہ مقصد ظاہر کیا گیا کہ ایجنسی کے مالی اور انتظامی معاملات درست کرنا ہے لیکن درپردہ مقصد ایک اہم نیوز ایجنسی کو اپنے قبضہ میں لے کر من مانی خبروں کا اجراء تھا ۔

پی ایف یو جے نے کھل کر ان آمرانہ اقدامات پر نکتہ چینی کی ۔ ۱۹۶۹ء میں جب پریس کمیشن کا قیام عمل میں آیا تو پی ایف یو جے نے پریس کی آزادی اور دیگر امور کے بارے میں ایک تفصیلی یادداشت پیش کی بالخصوص ان قانونی اقدامات کی نشاندہی کی گئی جن سے صحافیوں کو ڈیوٹی دینے میں زبردست رکاوٹ پیدا ہوگئی اور پریس کی پابندیاں بڑھتی گئیں ۔ پی ایف یو جے نے ان تمام سیاہ قوانین کو ختم کرنے

یا ان میں غیر معمولی ترمیمات پر زور دیتے ہوئے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں۔

۱:۔ رجسٹریشن آف بک ایکٹ ۱۹۶۷ء

۲:۔ مملکت (عدم اطمینان کے خلاف تحفظ) ایکٹ ۱۹۶۲ء

۳:۔ آفیشل سیکرٹ ایکٹ ۱۹۲۳ء

۴:۔ پریس (ایمرجنسی پاورز) ایکٹ ۱۹۳۱ء

۵:۔ فارن ریلیشنز ایکٹ ۱۹۳۲ء

۶:۔ اسٹیٹ (پروٹکشن) ایکٹ ۱۹۳۴ء

۷:۔ سیکشن ۹۹۔ اے تا اے جی آف دی کریمنل پروسیجر کوڈ آف دی سی کسٹم ایکٹ ۱۸۷۸ء

۸:۔ سیکشن ۱۲۴۔ الیف اور ۵۰۵ پاکستان پینل کوڈ ۱۸۶۰ء۔

۹۔ سیکشن آف دی ٹیلیگراف ایکٹ ۱۸۸۵ء

۱۰۔ سیکشن ۲۵ تا ۲۶ ، ۲۷ ڈی آف دی پوسٹ آفس ایکٹ ۱۸۹۸ء

۱۱۔ پرویژن آف دی پبلک سیفٹی ایکٹس اینڈ سیکورٹی آف پاکستان ایکٹ ۱۹۵۲ء، اینڈ پرویژن آف لاء ریلیٹنگ ٹو ڈیفیمیشن۔

یحییٰ خان کا دورِ صحافت

ایوب خان اپنے دس سالہ دورِ اقتدار کی مدت پوری کر کے جاتے جاتے اقتدار جنرل یحییٰ خان کے حوالے کر گئے جن کے وزیر اطلاعات و نشریات جنرل شیر علی خان نے پاکستان کی تاریخ میں سب سے بڑی اور سب سے زیادہ شر انگیز مہم "آزاد پریس" اور روشن خیال صحافیوں کو کچلنے کی شروع کی یحییٰ شیر علی خان کے دورِ حکومت میں پی ایف یو جے ۱۹۶۹ء کے اواخر اور ۱۹۷۰ء کے آغاز میں حکومت کے مقرر کردہ صحافیوں کے دوسرے اجرت بورڈ کے ایوارڈ

پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس کی بعض دفعات کا متن۔!

حصہ چہارم۔ چھاپہ خانوں اور اخباروں پر کنٹرول

۲۳۔ چھاپہ خانوں کے کیپروں کی جانب سے داخلہ ضمانت۔

(۱)، حکومت کو جب بھی یہ معلوم ہو کہ کسی پرنٹنگ پریس کو کسی ایسی کتاب یا دستاویز کی چھپائی کے لئے استعمال کیا گیا ہے جس میں بعض الفاظ، علامات یا ظاہری مواد ایسے ہیں جن کا ذکر دفعہ ۲۴ ذیلی دفعہ (۱) میں کیا گیا ہے تو حکومت اس پریس کے کیپر کے نام ایک تحریری نوٹس کے ذریعے ایسے الفاظ، علامات یا ظاہری مواد کو بتاتے ہوئے یا نشاندہی کرتے ہوئے کیپر کو حکم دیگی کہ اس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس جس کے علاقے میں وہ پریس واقع ہو کم از کم پانچ سو روپے اور زیادہ سے تیس ہزار روپے، جتنا بھی حکومت مناسب سمجھے یا اس کے برابر مرکزی حکومت کے مچلکے، جو بھی ضمانت دہندہ چاہے بطور زرِ ضمانت داخل کرے۔

(۲)، اگر ایسا کوئی نوٹس جاری کیا جائے تو اس میں ایک تاریخ متعین کی جائے گی جو نوٹس کے اجراء کی تاریخ سے دس دن سے کم نہ ہوگی۔ اس تاریخ کو یا اس سے پہلے ضمانت داخل کی جائے گی۔

(۳)، اگر ذیلی دفعہ (۲)، کے تحت مقررہ تاریخ کو یا اس سے پہلے ضمانت داخل نہیں کی گئی تو حکومت تحریری حکم کے ذریعے یہ ہدایت دے سکتی ہے کہ اس پرنٹنگ پریس کو کسی بھی کتاب یا دستاویز کی چھپائی کے لئے اس مدت تک استعمال نہیں کیا جا سکتا جس کا تعین اس حکم میں کیا گیا ہے۔

۲۴۔ پریس کو بند کرنے اور ضمانت ضبط کرنے کا اختیار۔ (۱)

حکومت، کو جب بھی معلوم ہو کہ کسی پرنٹنگ پریس کو کسی ایسی کتاب یا دستاویز کی چھپائی یا اشاعت کے لئے استعمال کیا گیا ہے جس میں کچھ الفاظ علامات، یا ظاہری مواد ایسے ہیں جو۔

(الف) کسی قتل کے جرم یا قابلِ دست اندازی جرم بمتعلق تشدد پر اکساتے ہوں یا حوصلہ افزائی کرتے ہوں یا اکسانے یا حوصلہ افزائی کرنے کا رجحان رکھتے ہوں، یا

(ب) بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر کسی ایسے جرم کے ارتکاب، یا کسی ایسے شخص کی جس نے واقعی یا فرضی طور پر ارتکاب کیا ہو یا جس پر ایسے جرم کے ارتکاب کا الزام ہو یا اس لحاظ سے پیش کیا گیا ہو، تائید کرتے ہیں، یا

(ب ب) بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر کوئی خفیہ اطلاع، ایسی اطلاع جس سے دشمن کو مدد مل سکتی ہے، دیتے ہیں یا ایسی متعصبانہ رپورٹ دیتے ہیں جن کی وضاحت ڈیفنس آف پاکستان آرڈیننس ۱۹ء کے ضوابط میں کی جا چکی ہے یا جن کا منشا ان میں سے کسی ضابطے کی خلاف ورزی ہے، یا

(ج) تشدد یا جنس کے جرائم کی رپورٹ اس طرح دیتے ہیں کہ جس سے غیر صحت مندانہ دلچسپی یا نقالی کی خواہش ابھرتی ہو۔

(د) بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر کسی شخص کو خائف یا پریشان کر کے اسے اس بات پر آمادہ کرنا ہے کہ وہ کسی شخص کو کوئی جائداد یا قیمتی ضمانت دیدے یا اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد کرائی جائے جسے کرنے کا وہ قانونی طور پر پابند نہیں یا اسے کسی ایسے کام سے باز رکھا جائے جسے کرنے کا وہ قانوناً مستحق ہے، یا

(ھ) اس پر مائل ہیں کہ بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر کسی شخص کی اس طرح حوصلہ افزائی کریں یا اسے اکسائیں کہ وہ قانون کی بجا آوری یا نظم و نسق کی بحالی میں مداخلت کریں، یا کوئی جرم کریں یا کسی زمین کی مالگذاری، ٹیکس، ریٹ، سس یا دوسرے بقایہ جات یا حکومت کی واجب الادا رقم یا کسی زرعی زمین کا کرایہ یا کسی اور قابلِ حصول شے کی جو اس کرائے کے ساتھ بطور بقایا جات کے ہیں ادائیگی روک دے یا

(و) نازیبا فحش، بیہودہ، ہتک آمیز ہیں یا بلیک

کے مطابق صحافیوں کو عبوری امداد دلانے کے لئے اپنی تاریخی عبدوجہد شروع کرنے کی تیاریاں کر رہی تھی۔

اے پی این ایس اور حکومت کے واضح رویئے کو کو دیکھتے ہوئے پی ایف یو جے نے ۱۵ اپریل کو ملک گیر اخباری صنعت کے کارکنوں کی ہڑتال کی کال دی۔ ہڑتال سے دو ہفتے قبل ۱۴ ایڈیٹروں اور مالکانِ اخبارات نے جن میں "نوائے وقت" کے مجید نظامی "پاکستان ٹائمز" کے زیڈ اے سلہری، پی پی آئی کے معظم علی "زندگی" کے مجیب شامی شامل تھے۔ ۳ اپریل کو اخبارات میں ایک بیان دیا جس میں انہوں نے "تمام محب وطن صحافیوں سے اپیل کی کہ وہ پی ایف یو جے کے اس سیاسی فیصلے کا شکار نہ بنیں ساتھ ہی ان معزز حضرات نے مارشل لاء حکومت سے اپیل کی کہ وہ ان "ترقی پسند صحافیوں" کے خلاف مارشل لاء ضابطہ ۶۰ استعمال کریں دلچسپ بات یہ تھی کہ یہ مطالبہ ان ایڈیٹروں اور مالکانِ اخبارات نے کیا تھا جو زبانی طور پر جمہوریت اور آزادیٔ صحافت کی مالا جپتے ہوئے آج تک نہیں تھکتے لیکن عملاً ان کے نزدیک "اخبارات کی آزادی" اسی وقت ہوتی ہے جبکہ وہ خود اس کا نشانہ بنیں

یہ رجعت پسند ٹولہ جنرل شیر علی کی پوری ریاستی مشنری کے تعاون کے باوجود ۱۵ اپریل کی ہڑتال تو نہ رکوا سکا لیکن مالکان اور حکومت نے اس کا انتقام اس طرح لیا کہ دو سو کے قریب پی ایف یو جے کے سرگرم کارکنوں اور چن چن کر روشن خیال، ترقی پسند صحافیوں کو ملازمتوں سے علیحدہ کر دیا اس تطہیر کا مقصد محض انہیں مالی پریشانیوں میں مبتلا کرنا نہیں تھا بلکہ آزادیٔ صحافت کی عبدوجہد کے ہراول دستے کو کچلنا اور ان آزاد اور با اصول صحافیوں کو باہر نکالنا تھا

پیپلز پارٹی کا دورِ حکومت

پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں اقتدار سنبھالنے کے صرف دو ماہ بعد ہی حکومت نے لاہور کے ہفت روزہ

پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس

صحافت کو ہتھکڑیاں پہنانے والا سیاہ قانون

میل کرنا چاہتے ہیں - یا

(ز) جھوٹی افواہیں یا ایسی اطلاع پھیلاتے ہیں جن کا مقصد عوام میں سراسیمگی، مایوسی یا ذہنی پراگندگی پھیلانا ہے اور جس اطلاع کو صحیح سمجھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

(ح) بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر تخلیق پاکستان کی مذمت کرتے ہیں اور پاکستان کی سرحدات کے اندر واقع تمام یا کسی علاقے کی خود مختاری کو ہمسایہ مملکتوں میں ضم کر کے یا کسی اور طرح پاکستان کی خود مختاری کو کم کرنے یا ختم کرنے کی وکالت کرتے ہیں۔ یا

(ط) بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر پاکستان میں قانون کے ذریعہ قائم شدہ حکومت یا پاکستانی شہریوں کی کسی جماعت یا طبقے کے خلاف نفرت یا حقارت پیدا کرتے ہیں یا مذکورہ حکومت کے خلاف غیر مشفقانہ جذبات ابھارتے ہیں۔ یا

(ی) صوبوں کی آبادی کے درمیان یا پاکستان کے مختلف علاقوں اور حصوں کی آبادی کے درمیان یا پاکستان کی مختلف برادریوں، فرقوں، طبقوں یا سکشنوں کے شہریوں کے درمیان، معاندانہ جذبات عداوت یا نفرت کے جذبات ابھارتے ہیں یا پیدا کرتے ہیں۔ یا۔

(ک) حذف کر دی گئی۔

(ل) حکومت پاکستان اور کسی غیر ملک کی حکومت کے درمیان دوستانہ تعلقات کی برقراری کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

(م) بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر پاکستان کی مسلح افواج کے کسی افسر، سپاہی، ملاح یا ہوا باز کو بغاوت پر مائل کرتے ہیں یا کسی پولیس افسر کو اس کی وفاداری یا فرض کے خلاف اکساتے ہیں یا افواج یا ان کے ارکان کا مورال پست کرتے ہیں یا ڈسپلن کو نقصان پہنچاتے ہیں - یا

(ن) بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر، پاکستان کی کسی مسلح افواج میں یا کسی پولیس فورس میں خدمات کے لئے افراد کی تقرری کے خلاف عصبیت یا کسی ایسی فورس کی تربیت، ڈسپلن یا نظم و نسق کے خلاف عصبیت یا ایسی فورس کے ممبروں کے اندر بے اطمینانی پیدا کرنے کے موجب ہیں یا ان کے درمیان یا انکی کسی دو یا زائد فورسز کے درمیان غیر مشفقانہ جذبات پیدا کرنے کے موجب ہیں۔ یا

(س) بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر کسی سرکاری ملازم یا مقامی ارباب اقتدار کے ملازم کو کسی کام پر اکساتے ہیں یا اس کے سرکاری فرائض میں شامل کسی عمل سے باز رکھتے ہیں یا اسے اپنے عہدے سے مستعفی ہو جانے پر اکساتے ہیں۔

حکومت تحریری حکم کے ذریعے ایسے الفاظ، علامات یا ظاہری مواد کو بتاتے اور توضیح کرتے ہوئے جو اس کے خیال میں مذکورہ بالا نوعیت کے ہوں، اس پریس کے کیپر کو۔

(۱) ہدایت کر سکتی ہے کہ اس پرنٹنگ پریس کو کسی کتاب یا دستاویز کی چھپائی کے لئے اس مدت تک استعمال نہیں کیا جا سکتا جس کا تعین حکم نامہ میں کر دیا گیا ہو۔ اور

(۲) اعلان کر سکتی ہے کہ دفعہ ۲۳ کے تحت داخل کردہ ضمانت یا اس کے کسی حصے کو بحق سرکار ضبط کر لیا گیا اور یہ اعلان بھی کر سکتی ہے کہ ایسی کتاب یا دستاویز کی تمام نقلیں صوبے کے اندر جہاں بھی پائی جائیں ضبط کر لی جائیں گی۔ (جاری ہے)

"پنجاب پنچ"، اور "زندگی" اور ایک ماہنامہ "اردو ڈائجسٹ" پر مارشل لاء آرڈر کے تحت پابندی لگادی ان کے ایڈیٹروں کو نہ صرف قید کردیا، بلکہ انہیں آئندہ دس سال تک کسی پرچے کی ادارت کے لئے نااہل بھی قرار دے دیا گیا۔ انہیں عام ملکی قوانین کے تحت مقدمہ چلانے کا موقعہ بھی نہیں دیا گیا۔

بالآخر ہائیکورٹ میں دائر کردہ رٹ درخواستوں کے ذریعے ایڈیٹر رہا ہوگئے اور ان پرچوں پر پابندی کالعدم قرار دی گئی۔ اس سے نوکر شاہی کی کارروائی کا کھوکھلا پن اور ثابت ہوگیا، پھر یہ حکومت بھی بتدریج اپنے پیش روؤں کی راہ پر چلنے لگی۔ اور جابرانہ اور ہنگامی قوانین مثلاً پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈی ننس، ڈی پی آر ہنیشی ننس آف پبلک آرڈی ننس، پریس ایڈوائس کے بدنام طریق کار اور نیوز پرنٹ اور سرکاری اشتہارات کو سیاسی رعایت یا سزا کے طور پر استعمال کرنے کے طریقوں پر زیادہ سے زیادہ انحصار کرنے لگی۔ واضح رہے کہ کلیدی صنعتوں، بنکوں اور انشورنس کمپنیوں کو قومیانے کے بعد حکومت سب سے بڑی ایڈورٹائزر اور سب سے بڑی آجر بن گئی ہے۔ اور سرکاری سرمائے کی صورت میں اس کے پاس تمام وسائل ہیں۔

۱۹۷۲ء میں حکومت نے "جنگ" کوئٹہ کا نیوز پرنٹ منسوخ کردیا پھر "نوائے وقت" اور "امروز" سمیت متعدد اخباروں کو اظہار وجوہ کے نوٹس جاری کئے گئے۔ اسی سال جولائی میں ڈی پی آر اور پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈی ننس کے تحت "دسن" کراچی پر پابندی لگادی گئی۔ یہ اقدام نہ صرف آزادئ صحافت پر ایک شدید ضرب تھی بلکہ اس سے تقریباً ۲۵۰ صحافی اور کارکن بے روزگار ہوگئے۔ پی ایف یو جے نے اس کے خلاف احتجاج کے طور پر پورے ملک میں ۲۲ جولائی کو ایک دن کی ہڑتال کی بعد میں اگرچہ یہ پابندی ختم کردی گئی لیکن اخبار پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ حکومت کی حامی پالیسی اختیار کرے، اس مقصد کے لئے اخبار کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں بھی ردوبدل کی گئی۔

حکومت نے "ڈان" گروپ کے اخبار روزنامہ "حریت"، "نوائے وقت"، ہفت روزہ "الفتح"، کے سرکاری اشتہارات بند کردیئے۔ کئی دوسرے اخبارات اور جرائد کو جن میں "جسارت"، کراچی "جمہور" لاہور ہفت روزہ "چٹان"، لاہور "فرنٹیر گارجین" پشاور اور "آؤٹ لک" کراچی شامل ہیں۔ ان کا نیوز پرنٹ کوٹہ روک کر سزا دی گئی۔ ایک مرحلے پر ہفت روزہ "الفتح"، کا نیوز پرنٹ کوٹہ بالکل منسوخ کردیا گیا۔ محض اس بنیاد پر کہ ہفت روزہ کے پاس اے بی سی سرٹیفکیٹ نہیں ہے حالانکہ ہفت روزہ کا کہنا تھا کہ اس نے ایک سال قبل اس سرٹیفکیٹ کے لئے تمام ضروری اطلاعات فراہم کردی تھیں۔ ان اقدامات کے ذریعے حکومت ایسے آزاد اخبارات اور جرائد کا گلا گھونٹنا چاہتی تھی جو اس کی سیاسی لائن سے اتفاق نہیں رکھتے تھے۔

اس مدت کے دوران "ڈان"، کے چیف ایڈیٹر مسٹر الطاف گوہر گرفتار کرلئے گئے جو کسی زمانے میں بڑے با اثر سیکرٹری اطلاعات تھے۔ اخبار کے پرنٹر اور پبلشر کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ جس انداز میں مسٹر الطاف گوہر کو ہراساں کیا گیا اور انہیں حکومت پر نکتہ چینی کی پالیسی اختیار کرنے پر بار بار ڈی پی آر کے تحت گرفتار کیا گیا اس کا کوئی جواز نہیں تھا۔ رہائی کے بعد انہیں جس طرح بحال کیا۔ اور "ڈان" کی ایڈیٹری سے سبکدوش ہونے پر مجبور کیا گیا وہ ایک الگ داستان ہے۔

۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۵ء کے درمیانی عرصے میں اخبارات اور صحافیوں پر نئے حملے کئے گئے۔ مارچ ۱۹۷۳ء میں کراچی کے روزنامہ "جسارت"، کے ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلشر گرفتار کرکے ڈی پی آر کے تحت نظر بند کردیئے گئے۔ چند دنوں بعد اخبار کی اشاعت پر دو ماہ کے لئے پابندی لگادی گئی۔ اس کارروائی سے تقریباً دو سو کارکن بے روزگار ہوگئے تاہم صرف پندرہ روز بعد سندھ بلوچستان ہائیکورٹ کے ڈویژن بنچ نے ۱۱ مارچ کا سرکاری حکم "غیر مؤثر"، قرار دے کر منسوخ کردیا۔ بعد ازاں روزنامہ کی اشاعت کی بحالی کے بمشکل ۳۶ گھنٹے بعد حکومت سندھ نے روزنامہ پر پابندی کا ایک اور حکم صادر کردیا۔

۲۰ ستمبر ۱۹۷۳ء کو حکومت نے کراچی کے روزنامہ "حریت"، اور "جسارت"، اور حیدرآباد کے روزنامہ "مہران"، جیسے تمام اختلافی نقطۂ نظر رکھنے والے اخبارات کو غیر معمولی قوانین کے تحت بند کردیا۔

کچھ دن بعد "حریت"، پر سے پابندی اٹھائی گئی۔ ہائی کورٹ نے "جسارت"، پر سے پابندی اٹھانے کا حکم دیا۔ لیکن اس اخبار کی اشاعت اس وجہ سے ممکن نہ ہوسکی کہ کراچی کا کوئی پریس حکومت کی طرف سے ممکنہ کارروائیوں کا خطرہ مول لینے کو تیار نہ تھا۔ روزنامہ "مہران"، پر مصائب کا سلسلہ جاری رہا اور اس کی اشاعت بھی بحال نہ ہوسکی۔ حکومت اخبارات اور جرائد کو یکے بعد دیگرے بند کرنے میں مصروف رہی۔ وہ اخبارات جو کسی نہ کسی وجہ سے زیر عتاب آئے ان میں پشاور کے "فرنٹیر گارجین"، اور "شہباز"، کراچی کے "آؤٹ لک"، "اعلان"، اور "امن"، اور کوئٹہ کے "سچائی"، "ہمت"، "ندائے بلوچستان"، اور "مبلغ"، شامل ہیں۔"

سوالات

۱- آپ پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈی ننس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

۲- کیا آپ پریس کے لئے خصوصی قوانین کے حق میں ہیں

۳- آپ کے خیال میں صحافت کی آزادی مکمل ہونا چاہئے یا محدود

۴- آپ اس وقت اخبارات اور حکومت کے درمیان تعلقات کی نوعیت سے مطمئن ہیں۔

۵- اس وقت حکومت نے اخبارات کے لئے جو رویہ اختیار کر رکھا ہے کیا آپ اسے درست کہتے ہیں۔

۶- اس وقت اخبارات نے حکومت کے بارے میں جو رویہ اختیار کر رکھا ہے کیا آپ اس کو درست کہتے ہیں

۷- معاشرے کی تعمیر میں اخبارات جو کردار ادا کر رہے ہیں کیا آپ اس سے مطمئن ہیں۔

پی ایف یو جے اور اپینک کے صدر منہاج برنا کہتے ہیں

پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس کی موجودگی میں

ضابطہ اخلاق کی تدوین بے سود ہوگی

پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے برنا صاحب نے کہا۔ اس آرڈیننس کے بارے میں میری رائے وہی ہے جو پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (پی ایف یو جے) کی ہمیشہ سے رہی ہے اور جواب آل پاکستان نیوز پیپرز ایمپلائز کنفیڈریشن (اپینک) کی بھی ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اس سیاہ قانون کے بارے میں پوری قوم کی رائے ایک ہے۔ اس آرڈیننس کا نفاذ ایوب خان کی حکومت نے ۱۹۶۳ء میں کیا تھا اور اس کے بعد پی ایف یو جے مدیروں کی جماعت سی پی این اے اور مالکانِ اخبارات کی جماعت اے پی این ایس تینوں نے مل کر اس کے خلاف مشترکہ جدوجہد کا آغاز کیا تھا۔

پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس کی پہلی شکل وہ تھی جو ۱۹۶۰ء کے آرڈیننس میں پیش کی گئی تھی۔ اُس وقت بھی اس پر اعتراض کیا گیا تھا لیکن ۱۹۶۳ء کے ترمیمی آرڈیننس کے مقابلے میں ۱۹۶۰ء کے آرڈیننس میں عام عدالتوں سے چارہ جوئی اور ہائیکورٹ میں اپیل دائر کرنے کی گنجائش تھی۔ ۱۹۶۳ء کے ترمیمی آرڈیننس کے ذریعے سے یہ سہولت بھی ختم کر دی گئی تھی۔ اس قانون کے ذریعے سے اخبارات، صحافیوں اور چھاپے خانوں پر زبردست پابندیاں عائد

کر دی گئیں اور آرڈیننس میں ممنوعات یا جرائم کی جو فہرست دی گئی ہے اُن سب کے لئے ملک میں عام قوانین بھی موجود ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف آئین میں آزادیٔ اظہار اور آزادیٔ صحافت کی ضمانت دی جائے اور دوسری طرف ایک من مانے قانون کے ذریعے اُن پر پابندی عائد کر دی جائے۔ ایوب خان کے دور میں بھی یہی ہوا اور پیپلز پارٹی کے دور میں بھی یہی ہوا۔

کسی بھی جمہوری معاشرے میں پریس کی آزادی کو جمہوریت کے بنیادی ستونوں میں شامل سمجھا جاتا ہے اور وہاں کسی ایسے قانون کا تصور نہیں کیا جا سکتا جو کسی طور سے اس آزادی کو مجروح کرتا ہو یا اس پر پابندیاں عائد کرتا ہو۔ پریس آرڈیننس کی دو بنیادی خرابیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسکے ذریعے انتظامیہ کو اخبارات یا صحافیوں کے خلاف کارروائی کے غیر محدود اختیارات دے دیئے گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی اخبارات کی اشاعت اور چھاپے خانوں کو چلانے کے سلسلے میں اتنے زیادہ اور پیچیدہ ضابطے بنائے گئے ہیں کہ کسی آزاد اخبار اور آزاد چھاپے خانے کا اپنی آزادی کو برقرار رکھنا قریب قریب ناممکن ہے۔ ذرا ذرا سے معاملے میں اخبار یا چھاپے خانے کا نیا ڈیکلریشن لینے کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ کو اگر

چھاپے خانے کو بدلنا ہے تو سرکار سے اجازت لینا ہوگی۔ اگر کسی اور زبان میں اُسی اخبار کو نکالنا ہے تو نیا ڈیکلریشن لینا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ اس آرڈیننس کے ذریعے چارہ جوئی کی صورت میں مدعا علیہ صحافی یا چھاپے خانے پر عام عدالتوں کے دروازے بند ہوتے ہیں یہ مقدمات کی شنوائی ایک اسپیشل ٹریبونل کرتا ہے جسے انتظامیہ نامزد کرتی ہے۔ ۱۹۶۳ء سے لے کر آج تک کا تجربہ بتاتا ہے کہ اس آرڈیننس کا بنیادی مقصد تنقید اور اختلاف کی آواز کو دبانا ہے۔ ہر آنے والی حکومت اختلافِ رائے اور تنقید کو دبانے کے لئے اس کا استعمال کرتی رہی ہے۔ خواہ وہ مارشل لائی حکومتیں ہوں یا شہری حکومتیں۔

پریس کے لئے خصوصی قوانین کے بارے میں دوسرے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ پی ایف یو جے ہر نوع کے خصوصی قوانین کی مخالف ہے اور اس لئے وہ پریس کیلئے بھی خصوصی قوانین کی مخالفت کرتی ہے۔ ایک بات یہ سمجھ لینے کی ہے کہ دنیا کے اُن ممالک میں جنہیں جمہوری کہا جاتا ہے خواہ وہ بورژوا جمہوریت ہی کے علمبردار کیوں نہ ہوں پریس کے لئے کسی ایسے قانون کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جس سے صحافت کی آزادی پر قدغن عائد ہوتی ہو۔ ان ممالک

میں دو طرح کے ملک ہیں۔ ایک برطانیہ اور امریکہ جہاں پریس کے لئے کوئی تحریری قانون نہیں ہے اور اس کے باوجود وہ روایت کے ذریعے آزادیٔ صحافت کا اپنے معاشرتی عقائد کے دائرے میں تحفظ کرتے ہیں۔ دوسرے جرمنی اور سوئٹزرلینڈ کی طرح کے ممالک ہیں جہاں باضابطہ پریس ایکٹ موجود ہے لیکن یہ قوانین ایسے ہیں کہ جن میں پریس کی آزادی کا تحفظ کیا گیا ہے اور ان میں کوئی ایسی دفعہ شامل نہیں ہے کہ جس سے اس آزادی پر ضرب پڑتی ہو بلکہ جرمن جیسے ایکٹ میں تو نیوز پرنٹ کنٹرول اور چھاپے خانے پر ہر نوع کی پابندیوں تک کی مخالفت کی گئی ہے۔ یہاں ہم یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ پی ایف یو جے مادر پدر آزاد صحافت کی آزادی کی قائل نہیں ہے اور وہ صحافت کے عالمگیر طور پر تسلیم شدہ اخلاقی ضابطوں اور اصولوں کی قائل ہے لیکن اُس کا یہ مؤقف ہے کہ اگر کسی شہری یا کسی حکومت کو یہ شکایت ہو کہ اس نے مسلّمہ ضابطوں کی یا کسی قانون کی خلاف ورزی کی ہے تو اُس کا یہ فرض ہے کہ وہ متعلقہ اخبارات یا صحافی کے خلاف عام عدالتوں میں عام قوانین کے تحت چارہ جوئی کرے۔ یہی وہ چیز ہے جس پر ہمارے ملک میں عمل نہیں کیا جاتا۔

آپ کے تیسرے سوال کے جواب میں، میں پہلے ہی یہ کہہ چکا ہوں کہ پی ایف یو جے اخبارات کی مکمل آزادی چاہتی ہے۔ حکومت اور اخبارات کے درمیان تعلقات کی نوعیت کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ہماری انجمن یعنی پی۔ ایف۔ یو۔ جے اخبارات اور حکومت کے درمیان موجودہ تعلقات کی نوعیت سے نہ صرف یہ کہ مطمئن نہیں ہے بلکہ اُسے گہری تشویش ہے۔

انہوں نے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ موجودہ عبوری حکومت نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد یہ اعلان کیا تھا کہ اس ملک میں اگرچہ مارشل لاء نافذ ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ صحافت کی آزادی بھی ہوگی۔ اس اعلان کے بعد حکومت نے صحافیوں اور اخبارات کے خلاف تابڑ توڑ من مانے اقدام کئے مثلاً یہ کہ مساوات، حیات، اردو ڈائجسٹ کے ایڈیٹروں کو مارشل لاء کے ضابطوں کے تحت گرفتار کیا اس کے بعد پیپلز فاؤنڈیشن ٹرسٹ پر قبضہ کر لیا مساوات کی اشاعت بند کی گئی۔ اور نصرت اور ہلال پاکستان کے لئے اپنے وجود کو باقی رکھنا مشکل کر دیا گیا نیشنل پریس ٹرسٹ میں ایک ایسے شخص کو چیئرمین بنایا گیا جس نے ٹرسٹ کے اخبارات میں ایک افراتفری پھیلا دی پھر تنقید اور اختلاف کی آواز کو دبانے کے لئے متعدد اخبارات اور رسائل کو اسی سیاہ قانون یعنی پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس کے تحت ضمانت طلبی کے نوٹس جاری کئے گئے ہیں ان میں تازہ ترین اظہار وجوہ کا نوٹس انگریزی کے ماہنامے "ہیرالڈ" کو محض اس بات پر جاری کیا گیا ہے

برنا صاحب نے مزید کہا کہ پچھلے دنوں حکومت، پی ایف یو جے، اے پی این ایس اور پریس سے متعلق دوسری جماعتوں سے یہ اصرار کر رہی ہے کہ وہ بیٹھ کر اپنے لئے ایک رضاکارانہ ضابطۂ اخلاق تیار کریں۔ میرا ان سے یہ سوال ہے کہ مارشل لاء کے ضوابط اور پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس کے استعمال کی موجودگی میں وہ کس بنیاد پر اخبارات سے اپنے لئے رضاکارانہ ضابطۂ اخلاق کی تدوین کی توقع رکھتے ہیں۔

ہمارے چھٹے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا آپ کا یہ سوال کہ اس وقت اخبارات نے حکومت کے بارے میں جو رویّہ اختیار کر رکھا ہے کیا آپ اس کو درست سمجھتے ہیں ذرا تشریح طلب ہے اس لئے کہ اس وقت دو طرح کے اخبارات ہیں ایک وہ ہیں جو اپنے مخصوص مفادات کے تحت حکومت کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور ایک وہ جو حکومت کی حکمت عملی سے اختلاف رکھتے ہیں اور تنقید کا حق استعمال کرنا چاہتے ہیں مگر ہمارے ملک میں مشکل یہ ہے کہ ایسے اخبارات نہ ہونے کے برابر ہیں جو اپنے ذاتی جماعتی، طبقاتی، یا گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر معروضی صحافت کو اختیار کرتے ہوں۔

معاشرے کی تعمیر میں اخبارات کے کردار سے متعلق سوال کے جواب میں برنا صاحب نے معاشرے کی تعمیر خلا میں نہیں ہوتی اس کی تعمیر میں بہت سے عوامل کی کارفرمائی ہوتی ہے جن میں اخبارات بھی شامل ہیں مثلاً یہ کہ اگر ملک میں جمہوری فضا موجود نہ ہو اور جمہوریت کے فروغ کے راستے مسدود کر دیئے جائیں۔ تو ایسے معاشرے میں اخبارات سے یہ توقع رکھنا کہ وہ کوئی مثبت تعمیری کردار ادا کر سکیں گے۔ عبث ہے۔

○○

اخبارات پر پابندیوں سے خود حکومتوں کو نقصان پہنچا ہے

س:۔ پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

ج:۔ پوری صحافی برادری مشترکہ طور پر یہ سمجھتی ہے کہ پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس جیسے ہنگامی قوانین کے ہوتے ہوئے "آزاد پریس" کا کوئی تصور نہیں ہے۔ مختلف حکومتیں جو ہمارے ملک میں وقتے وقتے سے آتی رہیں ان کے لئے یہ ایک مفید ہتھیار تھا۔ اس لئے انہوں نے اسے قائم رکھا اور اب تو اسکو تقریباً پندرہ سال ہونے کو آرہے ہیں جس کے نتیجے میں پاکستان کی آدھی عمر اس قانون کے تحت گذر گئی اور پھر یہی وہ سبب ہے جس کی وجہ سے پریس اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا نہ ہو سکا ہر معاشرے میں پریس پر دو قسم کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ واقعات اور اطلاعات کو صحیح طور پر پیش کرنا تاکہ عوام کو ارد گرد ہونے والی تبدیلیوں سے آگاہی ہو اور دوسرے حالات کا بلا کسی خوف اور ڈر کے آبجیکٹو انداز میں تجزیہ اور تجزیہ کرنا۔ اس آرڈیننس کی موجودگی میں "پریس" اپنی دونوں ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا اور پھر قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ سابقہ حکمتوں نے اس قانون کا سہارا لے کر بظاہر یہ سمجھا کہ اس سے انہیں فائدہ پہنچے گا مگر میرے خیال میں انہیں اس سے شدید نقصان پہنچا کیونکہ پریس کی آزادی نہ ہونے کی وجہ سے حکومت کو اپنی پالیسیاں مرتب کرتے ہوئے اپنی حکمت عملی وضع کرتے میں صرف اپنی ایجنسیوں کے وسائل ہی سے معلومات حاصل ہوا کرتی تھیں جن میں حقیقت بیانی سے کام نہیں لیا جاتا تھا۔ اس سے ایک طرف تو یہ ہوا کہ حکومتیں عوام کی ترجیحات اور

DAWN

ایڈیٹر "ڈان"

احمد علی خان کہتے ہیں

پاکستان کی آدھی عمر

پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈی ننس کے زیر سایہ گزر گئی

روزمرّہ کی تکالیف سے واقف نہیں ہوتی تھیں۔ حکومتوں کو جو نقصان اٹھانا پڑا وہ تو اپنی جگہ مگر دوسری طرف اس کا ایک بہت بڑا نقصان یہ ہوا کہ ہمارے جیسے پسماندہ ملک میں جہاں اخبارات صحیح اطلاعات فراہم کر کے تنقید اور تبصرے سے عوام کے شعور میں اضافہ کر سکتے تھے وہ نہ ہو سکا۔

ایک اور خرابی خود ہمارے پیشے میں یہ پیدا ہوئی کہ ایک آزاد پریس کے اندر صحافی اپنے ضمیر کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے اور اس کا یہ تقاضہ ہوتا ہے کہ وہ سماجی برائیوں اور طاقت کے غلط استعمال کے خلاف سینہ سپر رہتا ہے اور آزادی کا جذبہ رکھنے کی بنیاد پر جوابدہی کا عمل جاری رہتا ہے تو میرے خیال میں پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس سے بیک وقت حکومت عوام اور پریس تینوں متاثر ہوئے۔

س:- کیا آپ پریس کے لئے خصوصی قوانین کے حق میں ہیں۔

ج:- پریس کے لئے ایک "نارمل" قانون ہونا چاہیئے جس کے ذریعے رجسٹریشن ڈیکلریشن اور اجراء کے بارے میں پریس سے ڈیلنگ ہو جس طرح کہ ایک "عام شہری" قانون کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے اور جس پر پاکستان پینل کوڈ "آفیشل سیکرٹ ایکٹ" "ازالہ حیثیت عرفی" کا اطلاق ہوتا ہے اسی طرح میرے خیال میں "پریس" سے وابستہ مختلف شعبوں کے افراد پر بھی کسی عام قانون کے تحت کارروائی ہونی چاہیئے اور اخبارات یا صحافی کے خلاف کارروائی ہونے کی صورت میں اسے اپنے دفاع کا حق حاصل ہو اس لئے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ صرف پریس کے لئے ہی خصوصی قوانین کیوں ہوں؟ پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس اگر نہ ہو اور عام قوانین کی موجودگی میں پریس کام کرے تو اخبارات پر پھر یہ اخلاقی ذمہ دار عائد ہوتی ہے کہ وہ خود اپنا ضابطۂ اخلاق تیار کریں۔ اور اس پر رضاکارانہ طور پر عمل کریں اس سے یہ ہوگا کہ اخبارات کی CREDIBILITY کو تقویت پہنچے گی اور پھر انہیں ان ذمہ داریوں کا بھی احساس ہو جائے گا جو اُن پر عائد ہوتی ہیں اور جو دنیا بھر میں بھی تسلیم کی جاتی ہیں۔

س:- آپ کے خیال میں صحافت کی آزادی مکمل ہونا چاہیئے یا محدود

ج:- آزادی مکمل یا غیر مکمل نہیں ہوتی صحافت صرف آزاد ہوتی ہے مگر ایک وضاحت ضروری ہے کہ آزادی کا مطلب غیر ذمہ داری نہیں ہے اور ہمیں ملکی مفاد سے روگردانی کر کے صرف اپنے مفادات اور خواہشات کے تحت پالیسی وضع نہیں کرنا چاہیئے بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جس میں عوام جذباتی طور پر وابستہ ہو جاتے ہیں اس وقت اخبارات پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ غیر ضروری ہیجان اور اشتعال انگیزی سے گریز کریں۔ کیونکہ اس سے نہ تو عوام کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی خود اخبارات کو لیکن میں اس کا مطلب پھر واضح کر دوں کہ پابندیاں حکومت یا ایگزیکٹو کی طرف سے نہ ہوں۔ یہ پابندیاں ہمارے "پروفیشن" کے لئے بھی ضروری ہیں۔

س:- معاشرے کی تعمیر میں اخبارات جو کردار ادا کر رہے ہیں کیا آپ اس سے مطمئن ہیں۔

ج:- معاشرے کی تعمیر میں تین عوامل بنیادی کردار ادا کرتے ہیں، سیاسی نظام، معاشی منصوبہ بندی اور ترقی اور سماجی و اخلاقی اقدار، جہاں تک سیاسی نظام کا تعلق ہے تو کسی ملک کا سیاسی نظام بنانے میں عوام کی ضروریات اور خواہشات میں ہم آہنگی ہو جو ایک آزاد پریس کے ذریعے ممکن ہو سکتا تھا مگر تیس سال سے کیوں کہ آزادی نہیں رہی اس لئے اخبارات کا حصّہ اس میں کم رہا اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ملک میں سیاسی قوتیں بھی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا شکار رہیں۔

جہاں تک معاشی منصوبہ بندی اور ترقی کا تعلق ہے تو عام طور پر اخبارات نے حکومت وقت کا اس میں ساتھ ہی دیا ہے اور یہ کبھی نہیں کہا جا سکتا کہ حکومت نے جب کوئی منصوبہ بندی کی ہو یا پالیسی مرتب کی ہو اسے نظر انداز کیا ہو یا بے جا تنقید کا نشانہ بنایا ہو مگر ایک بات جس کا ذکر ضروری ہے وہ یہ کہ ہماری حکومتوں کی معاشی منصوبہ بندی کی جو کمزوریاں، خامیاں اور اس میں جو تضادات تھے اُسے ہمارے پریس نے اجاگر نہیں کیا اور اس کا سبب وہی پابندیاں دباؤ یا پھر آپ مصلحت کوشی کہہ لیں جس کے سبب آزادانہ بحث و مباحثہ نہ ہو سکا معاشرے کی تعمیر میں تیسرا حصّہ وہ آتا ہے جو ایک عرصے تک سامراجی نظام میں جکڑے رہنے کے سبب ہمارے معاشرے کے فطری عمل کی راہ میں رکاوٹ رہا اور جس کے نتیجے میں سماجی و اخلاقی برائیاں پھیلیں اور جس سے ہمارے سماجی ادارے کمزور ہو گئے مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی حد تک پریس نے ان کی نشاندہی کرنے میں اپنا حصّہ ادا کیا مگر پھر بھی مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ بہت سی پابندیوں کے سبب پریس مصلحت پسندی کا شکار ہو کر اپنا بھرپور کردار ادا نہیں کر سکا ہے۔

۵۵

پریس

اخباری کارکن

۱۵ مارچ کو

یومِ مطالبات منائیں گے

کراچی ایپنک کمیٹی کے سیکریٹری نے ایک بیان میں اخباری کارکنوں سے اپیل کی ہے کہ وہ مرکزی ایپنک کے پیش کردہ پانچ نکاتی منشور مطالبات کے سلسلے میں ۱۵ مارچ کو یوم مطالبات منائیں گے اور اس موقع پر ملک بھر میں تمام اخباری مراکز میں اخباری کارکنوں کے اجتماعات ہوں گے مسٹر امیر محمد خان نے کہا کہ ایپنک کراچی کمیٹی نے پانچ نکاتی منشور مطالبات کے سلسلے میں جن میں دس فیصد مہنگائی الاؤنس بمعہ بقایا جات کی ادائیگی کرایہ مکان بنیادی تنخواہ کی پچاس فیصد کی شرح سے اور اضافی مہنگائی الاؤنس بنیادی تنخواہ کی پچاس فیصد کی شرح سے اور ہر سال مہنگائی کے تناسب سے تنخواہوں میں اضافہ اور اجرت بورڈ ایوارڈ پر عمل درآمد کے ٹریبونل کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے مطالبات شامل ہیں کو تسلیم کرانے اور اخباری کارکنوں کے اتحاد کو مزید مضبوط بنانے کے لئے کراچی کے مختلف اخباری اداروں کے کارکنوں کے اجتماعات کا فیصلہ کیا ہے جس کے تحت ۵ مارچ سے ۱۴ مارچ تک کراچی کے مختلف اخباری اداروں میں کارکنوں کے اجتماعات ہوں گے، ایپنک کراچی کمیٹی نے مختلف اخباری اداروں میں اجتماعات کا جو پروگرام مرتب کیا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے ۵ مارچ کو شام ۵ بجے روزنامہ مساوات میں کارکنوں کا اجتماع ہوگا ۶ مارچ کو صبح ۹ بجے جاوید پریس میں اور شام کو پانچ بجے کارکنوں

بقیہ صفحہ ۵۰ پر

سلک انڈسٹری بحران کا شکار ہے

سلک کی صنعت پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد سے مختلف تجرباتی مراحل سے گذر رہی ہے۔ ۱۹۷۰ء تک سلک کی بڑی بڑی فیکٹریاں اور ملیں تھیں جن میں آدم سلک ملز، نور سلک ملز، زیب تن سلک ملز، شالیمار سلک ملز، ایچ ایم سلک ملز پیداوار کے اعتبار سے پاکستان کی چند بڑی ملوں سے تھی پیپلز پارٹی کی حکومت کے آنے کے بعد جب نئی صنعتی پالیسی بنی اور مالکان کو اپنے مزدوروں کو ملازمت کا تحفظ، بونس، بوڑھاپے کا پنشن، سالانہ اور اتفاقی چھٹیاں، سوشل سیکوریٹی اور دیگر قانونی مراعات دینا پڑیں اور ساتھ ہی ٹیکس وغیرہ بھی لاکھوں روپے صنعت کاروں کو ادا کرنے پڑے تو ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ان صنعت کاروں نے اپنی بڑی بڑی ملوں کو چھوٹی چھوٹی ملوں میں تقسیم کر کے ایک طرف تو ملازمین کی اجتماعی سوداکاری کی اہلیت کو ضرب پہنچائی دوسری طرف "چھوٹے یونٹ" ہونے کی صورتوں میں کروڑوں روپے کا انکم ٹیکس بھی بچایا۔

ان چھوٹی چھوٹی فیکٹریوں میں جو سینکڑوں کی تعداد میں شیر شاہ، گلبائی ویلیج، مہاجر کیمپ، آگرہ تاج کالونی، جاکیواڑہ سے لے کر سائٹ اور اورنگی ٹاؤن تک، اور سہراب گوٹھ، پاور ہاؤس نیو کراچی فیڈرل بی ایریا لیاقت آباد سے لے کر لانڈھی کورنگی تک کراچی کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ہیں جن میں پچھتر ہزار سے زیادہ سلک کے مزدور کام کرتے ہیں سلک ملز کے مالکان غیر قانونی طور پر سلک ملز کے مزدوروں کو کسی قسم کا کوئی تقرر نامہ، حاضری کارڈ، شناختی کارڈ، سروس بک جاری نہیں کرتے اس کے علاوہ تقرری کے وقت کئی سادہ کاغذوں پر دستخط یا نشان انگوٹھا لے کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں نکال باہر کر دیتے ہیں سلک مزدوروں کو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ محنت و مشقت زیادہ کرنی پڑتی ہے اور اجرتوں میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔ یحییٰ کے دور میں سلک کا کاریگر دو لومیں چلاتا تھا اس کی محنت کم تھی بھٹو حکومت کے شروع کے دور میں پہلے تین لومیں اور بعد میں چار چار لومیں چلانے کو دی گئیں چنانچہ محنت اور مشقت میں دوگنا اضافہ ہو گیا۔ لیکن اجرتوں میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ سلک مزدوروں کو بارہ بارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا رہا ہے جب کہ اوور ٹائم نہیں ملتا رہا ہے۔

موجودہ سال سلک مزدوروں کے لئے نئے مصائب اور بحران لے کر آیا ہے۔ سلک ملز کے مالکان نے نہایت ڈھٹائی اور غیر قانونی طریقے سے ان گنت کارخانوں میں من مانے طریقے پر سلک مزدوروں کے ریٹ کم کر دیئے ہیں مزدوروں کو دہلانے کے واسطے ان گنت کارخانوں میں مزدوروں کے اوقات کار نصف کر دیئے ہیں مثلاً جن مزدوروں سے بارہ گھنٹے کام لیا جا رہا تھا۔ ان سے چھ گھنٹے اور جن سے آٹھ گھنٹے کام لیا جاتا تھا ان سے چار گھنٹے کام لیا جا رہا ہے اس کے علاوہ ان گنت کارخانوں کو غیر قانونی طریقے سے بند کر کے مزدوروں کو بے روزگاری کے غار میں ڈھکیلا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ مزدوروں کو ٹھیکیداروں کے حوالے کرنے کی سازش کی جا رہی ہے۔

ملز مالکان ایک ایک کر کے پہلے تو پچاس فیصد لومیں بند کرتے ہیں اس کے بعد پوری فیکٹری مکمل طور پر بند کر دیتے ہیں اب تک جو فیکٹریاں بند کی جا چکی ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں۔

مونا، زیب تن، صدف، انور، ڈلیسنٹ، الیس این، چراغ الیاس حسین، حنیف، اسنی، شہزاد، نظام خواجہ، عبداللہ، فخری، غوث، ریحان، الفتح، محبوب، سن شائن، ذکریا، بھرالٹا، وسیم، الکریم، ہارون، امیرا، مجید، کوثر، مجید، اعظم، پوشاک، انیلا، فرحانی، ایرنیک پرویز، فردوس، اقبال اختر، میرا، فیصل عمر، پلاٹینم، گوکل، ناولٹی عمران نمبر ۱، نمبر ۲، نمبر ۳، نمبر ۴، جی اے ہولتی ہارون، گولڈن، ایس کے زاہد، شہباز، ایور برائٹ ملز۔

ان فیکٹریوں کے بند ہونے سے جہاں حکومت کو کروڑوں روپے کا نقصان ہوا ہے وہیں ایک اندازے کے مطابق ۷۵ ہزار مزدور بھی بے روزگار ہوئے ہیں۔

کشمیر کی آزادی

خطۂ کشمیر کا رقبہ ۸۴۴۷۱ مربع میل ہے جو سوئٹزرلینڈ سے چھ گنا زیادہ ہے اور یورپ کے متعدد ملکوں مثلاً ہالینڈ، بیلجیم، ڈنمارک، آسٹریا، البانیہ وغیرہ کا برابر ہے لہٰذا یہ سوچنے کی بات ہے کہ کیا اس قدر عظیم علاقہ جس کی آبادی بھی ۷۰-۷۵ لاکھ ہے ہمیشہ آزادی سے محروم رہے گا؟ آزادی و حریت کے اس دور میں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہم نے تیس سال تک انتظار کیا کہ شاید بین الاقوامی کوششوں سے ہمیں بھی آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہونے کا موقعہ مل جائے لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا اس لئے اب کشمیریوں کو اپنی آزادی کے لئے خود کچھ کرنا پڑے گا، حقیقت یہ ہے کہ آزادی مانگی نہیں جاتی بلکہ اپنی قوت بازو سے حاصل کی جاتی ہے لہٰذا کشمیریوں کو بھی اب تنگ آمد بجنگ آمد کے اصول کو اپنانا پڑے گا، ہمیں انڈیا، پاکستان، اقوام متحدہ کسی سے بھی کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیئے بلکہ اپنے آپ پر بھروسہ کرنا چاہیئے، اگر آج ہمیں مؤثر قیادت حاصل نہیں، ہمارے اندر اتحاد کی کمی ہے تو اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا اگر ہم عمل کے لئے تیار ہو گئے تو مؤثر قیادت بھی اپنے آپ ہی پیدا ہو جائے گی اور اتحاد بھی قائم ہو جائے گا۔ لہٰذا اب ہمیں عمل کے لئے کمربستہ ہو جانا چاہیئے۔

اسحاق علی کشمیری

عظیم انسان کی موت

ساری زندگی غریبوں کی خدمت کرتے موت کے ہاتھوں

نے وقت جام شہادت نوش کر کے اپنے بچوں کو دوسروں کا محتاج بنا کے چلے گئے۔

ایک نوجوان حسین وجمیل ہنس مکھ ہمیشہ حق کے لئے لڑنے والا۔ غریب مزدوروں کے لئے جان دینے والا، بیس سال سول کنسٹرکشن میں کام کرتے ہوئے زیل پاک سیمنٹ فیکٹری میں کام کرنے کے بعد ۱۹۷۲ء میں لانڈھی شوگر مل میں اور دسمبر ۱۹۷۵ء سے اب تک یہاں پر پاک سعودی کھاد فیکٹری میں سنیئر اور سیٹر تھے۔

کئی سالوں سے ایمپلائز یونین کے جنرل سیکرٹری رہے رات دن غریبوں کے حق کے لئے لڑتے رہے، اپنے تھوڑے عرصہ میں ایک طرف بڑے بڑے کارخانے بنوائے تو دوسری طرف انسانیت کی خدمت کی خاطر غریب مزدوروں، بے سہارا ننگے بدن انسانوں کو روزگار مہیا کرتے رہے ہمیشہ مزدوروں کے حقوق کے لئے لڑتے رہے۔

قدرت کا کرشمہ ہے ۵ر فروری کی شام کو ایک ظالم ڈرائیور نے ٹرک کے ساتھ اس کے سکوٹر کو ٹکر مار کر راستہ میں تڑپتا ہوا چھوڑ کر چلا گیا اسی وقت دوسری بس کے فرشتہ صفت ڈرائیور نے خون میں لت پت نیم مردہ بدن کو صادق آباد اسپتال پہنچایا صادق آباد اسپتال کے ہمدرد ڈاکٹر عبدالوہاب نے فوراً طبی امداد پہنچا کر زندگی کو مرنے سے مہلت دلا دی مگر درندوں نے دماغ کا آپریشن، ہزاروں دکھی انسانوں کی دعائیں اس کے معصوم بچوں کی چیخ و پکار بھی اللہ کے پیارے کو واپس نہ کر سکیں اور رب العزت نے اس کو اپنے پاس بلا لیا۔

آج اس کی چار بچیاں اور پھول جیسے پانچ بچے کسی اور کی امداد کے محتاج ہو گئے ہیں، آج وہ بے سہارا اپنے ابو کو یاد کرتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ جس طرح اس انسان نے ساری زندگی کسی اور کے لئے وقف کر رکھی تھی اسی طرح کوئی جیالا ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال مزدور کرے گا۔ (ظفر حیات قاضی)

کوارٹروں سے نکالا نہ جائے

ہم سندھ گورنمنٹ ایمپلائز ویلفیئر ایسوسی ایشن کے تین سو ممبران جن کے افراد خاندان کی مجموعی تعداد پانچ ہزار کے قریب ہے فیڈرل گورنمنٹ کوارٹرس میں ۱۹۷۳ء سے رہتے چلے آرہے ہیں۔ اس لئے کہ سندھ گورنمنٹ کے پاس اسٹاف کی رہائش کے لئے زیادہ گنجائش نہیں تھی ادھر بنگالی جا رہے تھے لہذا اس میں وفاقی حکومت کے پاکستان کوارٹرس۔ جہانگیر کوارٹرس، مارٹن کوارٹرس اور فیڈرل کیپٹل ایریا میں رہنے کے لئے ریگولرائز کر دیا تھا چنانچہ ہم باقاعدگی سے ماہانہ کرایہ ادا کرتے ہوئے رہتے چلے آرہے ہیں۔ اب کچھ عرصے سے پاکستان اسٹیٹ آفس نے ہمارے خلاف کارروائی شروع کر دی ہے بلکہ ہمیں کسی انتقامی کارروائی کے تحت نکالا جا رہا ہے لہذا اہم گذارش کرتے ہیں کہ انسانی ہمدردی کے تحت ہمارے خلاف کارروائی بند کی جائے اور ہمیں نکالنے کی کوشش نہ کی جائے تاکہ پانچ ہزار افراد جن میں سندھی، مہاجر، پٹھان، پنجابی سب ہی شامل ہیں پریشان ہونے سے بچ جائیں امید ہے کہ ہماری درخواست پر غور کیا جائے گا۔

منظور علی سمیتو

جنرل سیکرٹری سندھ گورنمنٹ ایمپلائز ویلفیئر ایسوسی ایشن کراچی۔

سگریٹ کی قیمتیں

کراچی میں ۸ ر دسمبر ۱۹۷۶ء سے ۱۰ سگریٹ کے پیکٹ پر ۵ پیسے اور ۲۰ سگریٹ کے پیکٹ پر ۱۰ پیسے زائد وصول کئے جا رہے تھے، اس سلسلے میں پان بیڑی سگریٹ گروپ کی طرف سے ایک مقامی روزنامہ میں اشتہار شائع ہوا کہ حکومت سندھ نے ان کا پرانا مطالبہ منظور کرتے ہوئے انہیں یہ زائد قیمت وصول کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ پھر پاکستان ٹوبیکو کمپنی نے ۲۲ دسمبر ۱۹۷۶ کو اسی اخبار میں شائع شدہ ایک اشتہار کے ذریعہ اعلان کیا کہ ڈبائن سگریٹ کی قیمت ایک روپیہ پیکٹ ہے لیکن دوکاندار حسب معمول ایک روپیہ ۵ پیسہ وصول کرتے رہے پھر ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۷ء میں مارشل لا حکومت نے سگریٹوں کی قیمت بڑھانے کی اجازت دے دی۔ اور ٹوبیکو کمپنیوں نے سگریٹ کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا اس کے تحت ڈبائن سگریٹ کی قیمت فی پیکٹ ایک روپیہ ۱۲ پیسے مقرر کی گئی لیکن دوکاندار اب اس قیمت کے بجائے ۱۰ سے ۱۵ پیسے تک زائد وصول کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ لوٹ کھسوٹ کیوں۔ اگر دوکانداروں کو ڈسٹری بیوٹر کم کمیشن دیتے ہیں تو ان کے گروپ کو ڈسٹری بیوٹروں سے لڑنا چاہیئے نہ کہ عوام کو ٹیں؟ اس لئے ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ دکانداروں کو سگریٹ کے پیکٹ پر چھپی ہوئی قیمتیں ہی وصول کرنے پر مجبور کرے اور عوام کو لٹنے سے بچائے۔

حافظ محمد حنیف پاکستان مزدور لیگ

اورنگی ٹاؤن کراچی۔

تاج الدین سلک ملز کے مزدوروں کے مسائل

میں آپ کے صفحہ "کھلی کچہری" کے ذریعہ تاج الدین سلک ملز کے مزدوروں کے ساتھ ہونے والے برتاؤ کو متعلقہ حکام کے علم میں لانا چاہتا ہوں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مزدوروں کو شناختی کارڈ نہیں دیا جاتا جس کی وجہ سے انہیں قدم قدم پر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ خاص طور پر رات کے وقت جب پولیس انہیں پکڑتی ہے تو وہ اس بات کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے کہ وہ کہاں کام کرتے ہیں۔ اس مل میں لوگ دس دس سال سے کام کر رہے ہیں لیکن کسی کی بھی ملازمت مستقل نہیں کی گئی ہے محض سات آٹھ افراد کے سوا کسی کو بھی کوئی بونس نہیں دیا جاتا۔ کسی مزدور کو کوئی چھٹی نہیں دی جاتی یہاں تک کہ جمعہ - عیدین اور دیگر مذہبی و قومی تقریبات کو ناغہ قرار دے کر مزدوروں کی اجرت کاٹ لی جاتی ہے۔ اکثر مزدوروں سے ۲۴ گھنٹے کام لیا جاتا ہے اس دوران صرف تین گھنٹے سونے کی فرصت دی جاتی ہے یعنی ۲۱ گھنٹے کام لیا جاتا ہے پھر بھی اوور ٹائم دوگنا (جیسا کہ قانون ہے) نہیں دیا جاتا۔ کام کے دوران اگر کوئی مزدور زخمی ہو جائے تو اس کے علاج معالجہ کی طرف سے بے پروائی برتی جاتی ہے۔ ستم یہ ہے کہ اگر کوئی اپنا علاج کرانے کے لئے کسی ہسپتال کو جائے تو اسے ڈانٹ پھٹکار پڑتی ہے۔ اگر کبھی کوئی مزدور کسی ضرورت کے تحت دس بیس روپے ایڈوانس مانگے تو اسے گالیاں دی جاتی ہیں۔ اس گرانی کے زمانے میں بھی مزدوروں کو محض نو روپیہ یومیہ اجرت دی جاتی ہے۔ غرض یہ کہ فیکٹری کیا ہے اچھا خاصا بیگار کیمپ بنا ہوا ہے کوئی یونین بھی نہیں کہ کوئی احتجاج کیا جا سکے۔ جب جسے جی چاہا انتظامیہ نکال دیتی ہے اور کوئی اف بھی نہیں کر سکتا۔

چودھری محمد اختر کراچی۔

۵۵

خواتین
محنت کش

پی آئی اے — ریفرنڈم

اور ایئرویز کے پولنگ کیمپوں میں بھی "وہ میلے ٹھیلے" کا سا سماں نہیں تھا جو کبھی پی آئی اے کے ریفرنڈم کی جان ہوا کرتا تھا جو کچھ بھی رونق تھی۔ وہ ان ایئر ہوسٹسوں اور کیبن کریوز خواتین ووٹروں کی وجہ سے تھی جو "بڑی سج دھج" سے اپنا ووٹ استعمال کرنے آئی تھیں ہم نے بھی صرف انہیں دیکھنے پر قناعت کی۔ فوٹو گرافروں نے ووٹ ڈالتے ہوئے ان کی تصویریں کھینچیں۔ ریفرنڈم میں ذوقِ نظر کا جو سامان بہم پہنچایا تھا وہ تصاویر کے ذریعے قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ یہ پی آئی اے کی ایئر ہوسٹس اور گراؤنڈ اسٹاف کی ملازم خواتین ہیں جو ریفرنڈم میں شریک تھیں۔

پی آئی اے کے ریفرنڈم میں پیاسی جیت گئی یہ ہمارے لئے کوئی خبر نہیں تھی ایوپیا اور یوپیائی نے پیاسی کی جیت میں پیاسی سے زیادہ کام کیا تھا ہم نے دونوں سے کہہ بھی دیا تھا کہ انہوں نے پیاسی کی جیت کا راستہ ہموار کر دیا ہے ورنہ ووٹوں کا انداز بتاتا ہے کہ دونوں ایک ہو جاتیں تو پیاسی شاید نہ جیت سکتی بہر طور جب ہم ریفرنڈم دیکھنے گئے تھے تو نتیجے کے بارے میں کوئی سنسنی ہمارے ذہن میں نہیں تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی بینرز، بیجز، لیف لیٹ اور نعرہ بازی کے بغیر پی آئی اے کے چوتھے ریفرنڈم میں وہ روایتی گہما گہمی بھی نہیں تھی۔ پولنگ اسٹیشن اور اس کے قرب و جوار میں لگے ہوئے پیاسی ایپیائی

ہاکی اسٹیڈیم میں پاکستانی ٹیم کے ساتھ چند لمحے

عبدالوحید حسینی کی رپورٹ

ہاکی

سے پاکستانیوں کی وابستگی بڑی جذباتی ہے ہاکی کی شکست پوری قوم کے لئے ایک سانحہ اور کامیابی ایک عظیم الشان جشن سے کم نہیں ہوتی اور اب جب کہ قومی ہاکی ٹیم ارجنٹائن میں ۸ ارمارچ سے کھیلے جانے والے ورلڈکپ ٹورنامنٹ میں شرکت کے لئے اپنی تیاری کے آخری مرحلے میں ہے ہر شخص کو یہ فکر ہے۔ کہ ہماری ٹیم پینلٹی کارنر سے گول کرنے میں کامیاب ہوسکے گی یا نہیں۔

یہ اندیشہ مکمل طور پر بے بنیاد نہیں کیونکہ انڈیا کے خلاف حالیہ سیریز میں پاکستانی پینلٹی کارنرز کو کنورٹ کرنے میں قطعی ناکام رہے ہاکی فیڈریشن کے صدر جناب نور خان نے بھی ٹیم کی اس خامی پر تشویش کا برملا اظہار کیا کھیل کے بیشتر ماہرین کی رائے ہے کہ انڈیا کے خلاف میچز کھیلنے سے پاکستان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا کیونکہ فی الوقت انڈیا کی ٹیم کا معیار کچھ زیادہ نہیں بلکہ اس سیریز میں پاکستان نے اپنا ایک بہترین فل بیک گنوا دیا۔ لاہور ٹسٹ میں منظور الحسن کے ہاتھ پر شدید چوٹ لگ گئی اور وہ ورلڈ کپ میں کھیلنے کے قابل نہ رہے۔

ذہن میں مختلف اندیشوں اور سوالات کو لئے ہوئے جب ہم ہاکی کلب اسٹیڈیم پہنچے تو قومی ٹیم کو پنیلٹی کارنر کی مشق کراتے ہوئے مینجر عبدالوحید کچھ برہم سے نظر آئے وہ اختر رسول سے پوچھ رہے تھے کہ گیند تمہارے چھ فٹ کے ہاتھ سے کس طرح نکل جاتی ہے جتنی دیر ہم کھڑے رہے۔ بہت کم شاٹس گول میں جا سکے منورالزماں جو ہمارے پنیلٹی کارنر اسپیشلسٹ ہیں شاید اپنے فارم میں نہ تھے مینجر عبدالوحید اور کپتان اصلاح الدین نے نمائندہ معیار سے گفتگو کرتے ہوئے اس یقین کا اظہار کیا کہ پاکستان ورلڈکپ جیتنے میں کامیاب ہوجائے گا لیکن یورپی ٹیموں کے خلاف کھیل کی حکمت عملی، پنیلٹی کارنر کنورژن اور فیلڈ گول کرنے کی صلاحیت پر ان حضرات نے کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا۔ اکثر و بیشتر سوالات کے جواب میں مینجر اور کپتان کا کہنا تھا۔ "انشاء اللہ فتح ہماری ہوگی"۔

منظور الحسن کی غیر موجودگی سے جو خلا پیدا ہوا ہے اسکو ریزرو کھلاڑی جمیل سے پر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

نوجوان کھلاڑی حنیف کے بارے میں ان صاحبان نے کہا کہ یہ الزام قطعی غلط ہے کہ اس کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اصلاح الدین نے امید ظاہر کی کہ حنیف ورلڈکپ میں توقعات پر یقیناً پورے اتریں گے۔

کیمپ ٹریننگ کے بارے میں اصلاح نے بتایا کہ ۲۵

بھارت کے ساتھ سیریز میں اپنا فل بیک گنوانے کے سوا پاکستان کو کچھ نہیں ملا

ٹیم کے مینیجر کو اختر رسول سے شکایت ہے

چھ فٹ کے ہاتھ سے گیند کس طرح نکل جاتی ہے

کھلاڑی صبح چھ بجے مختلف ورزشوں کے ذریعے اپنے دن کا آغاز کرتے ہیں۔ اعضا میں لچک پیدا کرنے اور اسکو قائم رکھنے کے لئے مخصوص ورزشیں کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسٹیمنا بڑھانے کے لئے علیحدہ ورزش ضروری ہے اور یورپین ٹیموں کے خلاف اسٹیمنا ایک فیصلہ کن عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ ورزشوں کے بعد کھلاڑی اپنے کوچ سے کھیل کے باریک نکتوں پر عملی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ دوسرا سیشن دوپہر تین بجے شروع ہوتا ہے جس میں زیادہ زور پنلٹی کارنرز اور فارورڈز کے کمبینیشن اور مخالف ٹیم کے مومنٹ کو بلاک کرنے پر ہوتا ہے کوشش یہ کی جاتی ہے کہ سخت سے سخت تربیت اور خطرناک ٹیکلنگ کے دوران بھی کھلاڑی زخمی نہ ہونے پائیں۔

موجودہ تربیتی کیمپ ٹیم کی بیونس آئرز (ارجنٹائن) روانگی سے ایک دن قبل تک جاری رہے گا۔ ٹیم ۱۱ مارچ کی صبح روانہ ہوگی۔ ورلڈ کپ آج سے سات سال قبل اسپین کے شہر بارسلونا میں پہلی بار کھیلا گیا تھا۔ اور پاکستان نے جیتا تھا ۱۹۷۳ء میں یہ اعزاز ہالینڈ کے حصے میں آیا اور ۱۹۷۵ء میں انڈیا نے ملائیشیا میں پاکستان کو فائنل میں شکست دیکر ورلڈ کپ حاصل کیا۔ اس مرتبہ بیونس آئرز میں ۱۴ ممالک کپ کو جیتنے کی کوشش کریں گے۔

ٹائیٹل ہولڈرز انڈیا کو "اے" گروپ میں رکھا گیا ہے جس میں آسٹریلیا، بلجیئم، کینیڈا، مغربی جرمنی، انگلینڈ اور پولینڈ شامل ہیں۔ گروپ "بی" میں پاکستان، ہالینڈ، اسپین ملائیشیا، اٹلی، آئرلینڈ اور ارجنٹائن کی ٹیمیں رکھی گئی ہیں۔ ڈرا دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان کو ہالینڈ، اسپین اور ملائیشیا سے سخت مقابلے کا سامنا ہوگا۔ ہالینڈ کے پال لیتجنس دنیا میں اس وقت بہترین پنلٹی کارنر اسپیشلسٹ

شاہد، بابرا آفیئر:

ہنی مون ختم ۔ جھگڑے شروع

فلم انڈسٹری کے متنازعہ مسئلے بابرہ اور شاہد کی بعد شادی کے اور فرار کے نہ صرف انکی وطن واپسی ہوگئی ہے بلکہ انڈسٹری نے بھی انہیں قبول لیا ہے۔ اس قبولیت کے باوجود شائقین فلم کے لئے یہ خبر یقیناً دھماکہ خیز ہوگی کہ ان میں شادی کے ساتھ ہی کشیدگی کا آغاز ہوگیا ہے۔ کشیدگی کا

پہلی بیویوں کو طلاق نہیں دے سکتے تو

مجھے طلاق دو — بابرا کا اصرار

سبب وہ مشترکہ معاہدہ ہے جس پر شادی سے قبل دونوں نے عمل کا وعدہ کیا تھا۔ شادی سے قبل کئے گئے وعدے یا معاہدے کے مطابق طے پایا تھا کہ۔

۱۔ بابرہ اور شاہد شادی کے بعد علیحدہ مکان میں رہیں گے

۲۔ شاہد بابرہ کے علاوہ بقیہ بیگمات کو طلاق دیں گے۔

۳۔ طلاق کی صورت میں ۱۰ لاکھ روپے مہر عندالطلب ادا کرنا ہوگا۔

لیکن بابرہ شاہد کو لے کر جب واپس آئیں تو ایئرپورٹ پر استقبال کرنے والوں میں بابرہ کا خاندان تھا جن کے چنگل میں پھنس کر شاہد کو بابرہ اینڈ فیملی کے ساتھ انہیں کے مکان میں رہنا پڑا۔ انہوں نے ہاتھ پاؤں مارنے کی بہت کوشش کی لیکن کوئی بس نہیں چلا۔ اسی طرح طلاق کا مسئلہ الجھا ہوا ہے۔ شاہد اپنی پرانی بیویوں کو طلاق دینے کے لئے تیار نہیں ہیں، جبکہ بابرہ کا دباؤ بڑھ رہا ہے۔ بات یہاں تک آپہنچی ہے کہ بابرہ کہنے لگی ہیں کہ اسے طلاق دے دی جائے۔ شاہد دس لاکھ روپوں سے ڈرتے ہیں تو دوست حوصلہ بندھاتے ہیں کہ عدالت سے قسطیں بندھوا دیں گے۔

شاہد کا تعلق باعزت پڑھے لکھے گھرانے سے ہے۔ انکی پہلی خاندانی بیوی منزہ بھی اچھے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس بیوی سے شاہد کے دو بچے بھی ہیں واضح ہو منزہ کا تعلیم کے دوران کالج کی بہترین طالبات میں شمار ہوتا تھا۔ اپنی عزت اور خاندانی ہونے کے ناطے وہ شاہد کی تمام سرگرمیوں پر ہمیشہ خاموش رہی ہیں۔ بابرہ کی جانب سے پہلی بیگمات کو طلاق دینے والے مسئلے پر بھی وہ خاموش ہیں۔ ان کا کہنا ہے "وہ شاہد کے خلاف کسی قسم کی قانونی کارروائی نہیں کریں گی"۔

ان کے برعکس شاہد کی دوسری بیگم زمرد سب کچھ کرنے کو تیار بیٹھی ہیں۔ زمرد کا تعلق بھی دوسری اداکاراؤں کی طرح اسی بازار سے ہے جس کے دم سے فلم انڈسٹری چل رہی ہے۔ شاہد کی دوسری بیگم نہ صرف ان سے عمر میں بڑی ہیں بحیثیت اداکارہ کے بھی وہ انڈسٹری کی دوسرے درجے کی اداکارہ رہی ہیں۔

فلم انڈسٹری میں شاہد کی شادیوں کے ساتھ ساتھ انکی عشقیہ داستانوں کی بھی کچھ کمی نہیں ہے۔ فردوس اور عشرت چوہدری سے انکے رومانس کے قصے خاصے گرماگرم موضوع رہ چکے ہیں۔ انکے عشق کی دلچسپ بات یہ ہے کہ مذکورہ دونوں اداکارائیں بھی ان سے عمر میں بڑی ہیں۔ شاہد نے فردوس سے چکر چلائے تو انڈسٹری میں انکی شہرت دم توڑ رہی تھی۔ جبکہ عشرت چودھری باوجود ہزار جتنوں کے فلموں میں کلب ڈانسر اور ویمپ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ حتیٰ کہ شاہد کا سہارا بھی اسے انڈسٹری میں سہارا نہ دے سکا۔ بابرہ ان سب کے مقابلے میں نہ صرف کم عمر ہے بلکہ آج کی انڈسٹری کی ٹاپ ہیروئنوں میں سے بھی ایک ہے۔ چھوٹے سے قد والی بابرہ کا تو یوں بھی ایک زمانہ دیوانہ ہے۔ خود بابرہ کو بھی اس خوبی کا احساس ہے۔ جب ہی تو وہ خاطر خواہ فائدے اٹھا رہی ہے۔

اس شادی میں بابرہ کے جذبات سے زیادہ اس کے مفادات کا دخل ہے۔ کہ پیسے کے معاملے میں وہ کسی بھی حد سے گذر سکتی ہے۔ اس سلسلے میں بابرہ کا عرب امارات کے ایک شیخ سے چلنے والا افیئر مثال کافی ہے (جب اس نے شیخ کی جانب سے تحفے

میں ملنے والے زیورات کے سیٹ کی قیمت جیولرز سے ۲۵ ہزار کے بجائے ڈیڑھ لاکھ کہلوائی اور رقم کی ادائیگی کے بعد وہ سیٹ واپس جیولر کو دے کر سوا لاکھ اس سے وصول کرلائی تھی)

بابرہ کی شادی اس کے حق میں کسی طور گھاٹے کا سودا نہیں کہ شادی قائم رہنے کی صورت میں وہ شاہد کی کمائی کی مالک ہوگی، بصورتِ دیگر اسے ۱۰ لاکھ نقد مل ہی جائیں گے ۔ ایک دو مہینے میں پریس پبلسٹی اور باہر کے ہنی مون ٹرپ کے عوض یہ رقم بری نہیں ہے ۔

شاہد اور بابرہ کی نئی نویلی شادی جس مرحلے سے گذر رہی ہے اس میں انکے وکیل کا استدلال ہے کہ "شاہد پریشان نہ ہوں جلد ہی اسلامی قوانین آنے والے ہیں جن کی موجودگی میں موجودہ عائلی قوانین ختم ہو جائیں گے ۔ اور مرد بیک وقت ایک سے زائد بیویاں رکھ سکیں گے اس لئے زمرد کی قانونی کارروائی کی دھمکی بے اثر ثابت

شاہد بابرا کو ندیم کے ساتھ بنکاک بھیجتے ہوئے ڈر رہے ہیں

ہوگی ۔ شاہد کی امیدوں کی ٹمٹماتی ہوئی شمع میں ان باتوں سے جان تو پڑتی ہے لیکن ساتھ ہی انڈسٹری کے جغادریوں کے یہ خدشے پانی پھیر جاتے ہیں کہ بنکاک میں ہونے والی فلم "زندگی" کی شوٹنگ انکی شادی کا ڈراپ سین نہ بن جائے ۔ شاہد نے اس شوٹنگ میں ساتھ جانے کی سرتوڑ کوشش کے بعد فاخرہ کو بحیثیت نگراں بھیجنے کا ارادہ کیا ہے ۔ اس فلم کے ہیرو ندیم ہیں، اور فاخرہ بہن تو بہر حال بابرہ ہی کی ہیں ۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ ساتھ بہن کا دیں گی یا بہنوئی کا ۔ ادھر انڈسٹری والے یہ آس لگائے بیٹھے ہیں کہ "زندگی" بابرہ اور شاہد کی ازدواجی زندگی کو کس موڑ پہ لے جائے گی ۔

۵۵

قبضہ ختم ، ترقیاں تبادلے شروع

پاکستان ٹیلی ویژن کے اسٹیشنوں پر قبضہ، ہڑتال، بھوک ہڑتال دھمکیوں، مفاہمتوں کے بعد بظاہر حالات معمول پر آ گئے ہیں اپنے ساتھیوں کو پسِ زنداں کر کے پشت دکھانے والے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں ۔

عبوری حکومت کے اعلامیہ کے مطابق لوگوں کی برطرفیوں کا سلسلہ تو فی الحال شروع نہیں ہوا البتہ ترقیوں کا کام ضرور شروع ہو گیا ہے ۔ پہلے مرحلے میں کراچی کے پروگرام منیجر عبدالکریم بلوچ اور حالاتِ حاضرہ والے تشبیہ الحسن سید کو جنرل منیجروں کے عہدوں پر ترقی دے کر کوئٹہ اور پشاور روانہ کر دیا گیا ہے ۔ ان کے بدلے کوئٹہ سے زمان علی خان کراچی آگئے ہیں ۔ اسی سلسلے میں ناصر صدیقی اپنے پرانے عہدے پہ پہنچ گئے ہیں ۔ ادھر کراچی کے گروپ ۸ کے ایک پروڈیوسر امیر امام کو پروگرام منیجری مل گئی ہے ۔ تبادلوں اور ترقیوں کا یہ سلسلہ اس بات کو مزید تقویت پہنچا رہا ہے کہ موجودہ ہڑتال کارکنوں سے زیادہ انتظامیہ کا تیار کردہ ہوا تھی جس میں وہ کارکنوں کو براہِ راست مارشل لاء انتظامیہ سے بھڑانے میں کامیاب بھی ہو گئی ۔

کراچی اسٹیشن پر حالیہ ہڑتال کو سبوتاژ کرنے کا صلہ انتظامیہ یونین کے نمائندوں کو بھی بصورت ترقی دینے کو تیار ہے لیکن معاملہ نمٹ اس لئے نہیں رہا کہ صدر یونین

جاوید اختر اور جنرل سیکرٹری اطہر وقار کے درمیان تشبیہ الحسن سید کی خالی کرسی "دو ملاؤں میں مرغی حرام" والی مثل بن گئی ہے

ریڈیو، ٹی وی کے مشترکہ آرٹسٹ قاضی واجد کا گھر بہت جلد آباد ہونے والا ہے ۔ آج کل وہ احباب سے

اپنی ان ہی مشکلات کی شکایت کرتے نظر آتے ہیں۔

ادھر ادھر نے "پروگرام میں آنے والی نئی گلوکارہ لبنیٰ ندیم کی سخت مزاج والدہ بالآخر موٹی آسامی کا داماد پھانسنے میں کامیاب ہو گئی ہیں۔

کراچی کے مذہبی رہنماؤں کو اس بات پر شدید اعتراض ہے کہ گزشتہ دو سال سے ریڈیو ٹی وی کے مذہبی پروگراموں کے بلا شرکت غیرے مالک شاہ بلیغ الدین بنے ہوئے ہیں باوجود اس کے کہ وہ سیاسی جماعت مسلم لیگ میں شمولیت کر چکے ہیں پھر بھی انہیں پروگرام مل رہے ہیں۔

"ذہانت" کے پروڈیوسر حیدر امام رضوی نے لگتا ہے پروڈکشن کے ساتھ ساتھ اپنے ٹیلنٹس کی پبلک ریلیشنگ کا کام بھی سنبھال لیا ہے۔

راولپنڈی کے "ادھے چہرے" والے نصرت

شاہ بلیغ الدین هی کیوں؟

جاوید نے ترقی پسندی کا جادو چلا کر جس لڑکی سے شادی کی تھی وہ لڑکی کراچی کی سابق صف اول کی مقررہ عطیہ عباس تھی۔ جو پچھلے دنوں بہت خاموشی سے دنیا سے منہ موڑ گئی۔

ریڈیو والے اپنے پروگراموں کو بذریعہ ریڈیو تو مشتہر کرتے ہی تھے۔ لیکن اب بذریعہ ٹی وی بھی یہ سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ بچارے ریڈیو والے۔

نیلام گھر کی ہماندار ثمینہ پروگرام کو خیر باد کہہ کے آج کل جہیز کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ ان کی رخصتی اپریل میں متوقع ہے۔

بقیہ خبریں

دستبردار ہو جائیں (اصغر خان)

• شیخ رشید کے استقبالیہ میں کوثر نیازی ٹھاہ کے نعرے۔

پیر - ۲۷ فروری

• مقدمہ پاکستان کی کسی اور ہائیکورٹ میں منتقل کیا جائے یہ قتل کا مقدمہ نہیں بلکہ مقدمے کا قتل ہے۔ چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ درخواست دہندہ کو صفائی کا موقع دیئے بغیر سزا دینا چاہتے ہیں۔ (قائم مقام گورنر پنجاب کے نام چیئرمین بھٹو کی درخواست)

(مساوات)

• دھمکیوں کے باوجود یکم مارچ کو لاہور میں پارٹی کے اجلاس میں شریک ہوں گا۔ (کوثر نیازی)

منگل - ۲۸ فروری

• پی پی کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس کے لئے دعوت نامے بھیج دیئے گئے

• قائم مقام گورنر پنجاب نے چیئرمین بھٹو کی انتقال مقدمہ کی درخواست مسترد کر دی

• نا اہل سیاست دان چار دیواری کے اندر بھی سیاسی سرگرمی میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ ٹریبونل سے بری ہونے تک پابندی عائد رہے گی (مارشل لاء کا ضابطہ)

• بیگم بھٹو استقبالیہ میں نہیں جا سکتیں۔ (کمشنر لاہور ڈویژن کا حکم (مساوات)

• پیپلز پارٹی کی قائم مقام چیئرمین بیگم بھٹو نے مولانا کوثر نیازی کو پارٹی کی بنیادی رکنیت، سیکرٹری اطلاعات کے عہدے اور مرکزی کمیٹی کی رکنیت سے نکال دیا۔

(مساوات لاہور کا ضمیمہ)

• پیپلز پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا اجلاس بیگم نصرت بھٹو کے گھر پر منعقد ہوگا۔

بدھ - یکم مارچ

• ۳۱ مارچ تک ہر قسم کی سیاسی سرگرمیوں پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی۔ مارشل لاء کا ضابطہ نمبر ۳۳ جاری کر دیا گیا۔

بقیہ - احوال واقعی

بعد بنگلہ دیش کی فوج اقتدار اعلیٰ پر متمکن ہو گئی جنرل ضیاء الرحمن جو پہلے عبوری انتظام کے طور پر برسر اقتدار آئے تھے۔ لیکن اب وہ اقتدار پر مستقلاً قیام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کی ابتداء انہوں نے ریفرنڈم کے ذریعے کی تھی اور اب وہ اپنی سیاسی پارٹی قائم کر کے بنگلہ دیش کی سیاسی زندگی کا محور بننا چاہتے ہیں۔ فوجی دور کو سیاسی عمل سے ہم آہنگ کرنا چاہتے ہیں۔

فوج اور سیاست میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے سلسلے ضیاء الرحمان نے بڑی مہارت سے منصوبہ تیار کیا ہے ان کی صدارتی مشاورتی کونسل کے رکن جمال الدین احمد نے اپنی ایک تقریر میں اس کے واضح اشارے دیئے ہیں جن کے مطابق بنگلہ دیش کی حکومت آئین میں بعض بنیادی تبدیلیاں چاہتی ہے۔ آئین میں فوج کا کردار نئے سرے سے متعین کیا جائے گا۔ اور اس سلسلے میں ترکی کے دستور کی بعض دفعات آئین میں شامل کر لی جائیں گی۔ اس کے ساتھ ہی فرانس کے آئین کے طور پر حکومت کے ادارے تشکیل دیئے جائیں گے یعنی صدر کا انتخاب براہ راست بالغ رائے دہی کے ذریعے کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ایک منتخبہ پارلیمنٹ، کابینہ اور وزیر اعظم کی گنجائش بھی رکھی جائے گی ضیاء الرحمان سری لنکا کے تجربے سے بھی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں جہاں صدارتی نظام نافذ کر کے ایک کمزور وزیر اعظم کے ذریعے حکومت چلانے کا فرانسیسی تجربہ دہرایا جا رہا ہے۔

ضیاء الرحمان کی بنگلہ دیش نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی اس وقت واحد فعال سیاسی پارٹی ہے جسے حکمران بنگلہ دیش نے کام کرنے کے لئے کھلا میدان مہیا کیا ہوا ہے ان کی پارٹی میں ان بہت فوجی افراد بھی شامل ہیں۔ پارٹی کے سیکرٹری جنرل کے لئے بنگلہ دیش ٹائمز کے ایڈیٹر عنایت اللہ خان کا نام لیا جا رہا ہے جن کی وجہ سے ضیاء الرحمان بنگلہ دیش کے بائیں بازو کے بعض عناصر کی بھی حمایت حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کا یہ تجربہ اگر ان کے منصوبے کے مطابق کامیابی سے جاری رہا تو اس پورے ریجن میں اپنے اثرات مرتب کر سکتا ہے

سیاسی اور تکنیکی تعلیم

سائنسی اور تکنیکی تعلیم کا مقصد سائنس اور تکنالوجی میں بنی نوع انسان کی حاصل کردہ کامیابیوں اور ترقیوں سے طلبہ کو روشناس کرانا اور ان سے کام لینے کے لئے ان کی قابلیت کو فروغ دینا ہے۔

یہ عام اور خصوصی علوم کی تعلیم ہونی چاہیئے۔

اس کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ عام تعلیم کافی حد تک دی جائے عام تعلیم سوشلسٹ معاشرے کے ہر رکن کے لئے ناگزیر ہے، اسکول میں اچھی عام تعلیم ضروری ہے، تاکہ طلبہ کو فطرت اور معاشرے سے متعلق کثیر جہتی علم حاصل ہو جائے اور ان کے اندر جدید سائنس اور فنون کی خصوصیات سے متعلق تحصیل علم کی بنیاد مستحکم ہو جائے۔ ہمارے ملک میں ۱۱ سالہ عام تعلیمی نظام کے ذریعہ مکمل طور پر عام ثانوی تعلیم دی جاتی ہے عام تعلیم میں عام بنیادی علم کا سکھایا جانا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ابتدائی اور عام ثانوی تعلیم میں خاص طور پر زور اس پر دینا چاہیئے کہ طلبہ کو اشیاء کے عام تصورات اور ہر جہت سے آگاہ کر دیا جائے ساتھ ہی ان کی خصوصیات اور ان کی تبدیلی و پیش رفت کے بنیادی قوانین سے بھی روشناس کرا دیا جائے خاص طور پر سائنس کی ابتدائی شاخوں مثلاً ریاضی، فزکس کیمسٹری اور بایولوجی کے علوم سے آشنا کر دیا جائے۔

تکنالوجی کے مبادیات بھی سکھا دینے چاہئیں۔ طلبہ کو پیداوار اور تکنالوجی کے بنیادی اصول، بجلی، مشینری اور دیگر بنیادی فنون سے متعلق معلومات بھی فراہم کر دینی چاہیئے عام ثانوی تعلیم میں طلبہ کو کم از کم ایک ایسا فن سیکھنے کے لئے حوصلہ افزائی کی جائے جس کا تعلق ہماری قومی معیشت، میں جدید پیداواری عمل سے ہو۔

سوشلسٹ تعلیم میں اس سے کام نہیں چلے گا کہ طلبہ پیداواری عمل سے بیگانہ رہیں اور فنی تعلیم کو ترک کر کے اپنی تمام تر توجہ صرف عام بنیادی تعلیم تک مرکوز کر دیں۔ نہ ہی اس سے کام چل سکتا ہے کہ عام بنیادی تعلیم کی طرف سے توجہ ہٹا کر حد سے زیادہ زور صرف فنی تعلیم پر لگا دیا جائے، عام ثانوی تعلیم اس طرح دی جائے کہ کافی حد تک عام بنیادی معلومات بھی حاصل ہو جائیں اور بنیادی فنون سے بھی واقفیت ہو جائے۔

عام تعلیم کے مرحلے میں آرٹ کی مناسب تعلیم بھی ضروری ہے، ابتدائی اور ثانوی اسکولوں میں آرٹ کے مضامین سے اس حد تک روشناس کرا دیا جائے کہ تمام طلبہ کم از کم اتنی بنیادی قابلیت حاصل کر لیں جس سے ادبی تخلیقات کی قدر پہچان سکیں اور خود بھی تخلیق کر سکیں اور ان میں اتنی فنی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ کم از کم کوئی ایک آلہ موسیقی بجا سکیں ساتھ

طلبہ کو جدید پیداواری اصول کا خصوصی علم ہونا چاہیئے

ہی ان کے اندر اعلیٰ ذوقِ جمال پیدا ہو جائے۔

اس کے بعد اچھی سی خصوصی تعلیم دینی چاہیئے یہ تعلیم عام ثانوی تعلیم کا کورس پورا ہو جانے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے مرحلے میں دینی چاہیئے۔ صرف ٹھوس خصوصی تعلیم کے ذریعہ ہی با استعداد فنی افراد اور ماہرین کی تربیت ممکن ہے۔ اور اسی طرح معاشرے کے تمام ارکان کو کامیابی سے ذہین بنایا جاسکے گا۔

طبعی سائنس کی خصوصی تعلیم کی ضرورت اس لئے ہے کہ طلبہ کو طبعی سائنس کے بنیادی اصول و نظریات اور اس شعبے میں حاصل ہونے والی تازہ ترین کامیابیوں سے واقف کیا جاسکے اور انقلابی عمل میں نئے سائنسی اور فنی مسائل حل کرنے کے لئے ضروری علوم سے آگاہ کیا جاسکے۔

سماجی سائنس کی خصوصی تعلیم کی ضرورت اس لئے ہے کہ طلبہ سماجی ترقی کے معروضی قانون، طبقاتی جدوجہد کے نظریات اور انقلاب کے لئے جنگی ترکیبوں کو اچھی طرح اخذ کرسکیں۔ پارٹی نے سیاست، معیشت اور ثقافت کے تمام شعبوں کے دشوار گذار اور پیچیدہ مسائل کو انوکھے انداز سے حل کرنے میں جو گرانقدر کامیابیاں اور تجربات حاصل کئے انہیں اس سے بھی واقف ہونا چاہیئے۔ اسی طرح طلبہ کے اندر اس قابلیت کی نشو نما ہونی چاہیئے کہ جس کے ذریعہ پارٹی لائن اور پالیسی کی عمیق نظری تشریح و تشہیر کرسکیں اور انقلاب و تعمیر میں جو نظری و عملی مسائل کھڑے ہوں اس کی صحیح سائنسی وضاحت کرسکیں، خصوصی فنی تعلیم میں جدید ٹکنالوجی سکھائی جائے طلبہ کو جدید پیداواری اصول اور تکنیکی انجنیئرنگ سے گہرا شغف اور ٹکنالوجی کی بعض شاخوں کا خصوصی علم ہونا چاہیئے، ساتھ ہی انہیں ایسی تربیت بھی ملنی چاہیئے کہ وہ خود کار تنصیبات اور دوسرے جدید تکنیکی آلات کے ساتھ ہنر مندی سے نمٹ سکیں۔

سائنسی اور تکنیکی تعلیم کے مضامین کے ساتھ جدید سائنسی اور تکنیکی کارناموں کی بنیاد پر حقیقی ضروریات زندگی سے مطابقت کرنے والے امور کا لگاتار اضافہ کرتے رہنا اور انہیں مالا مال کرتے رہنا چاہیئے۔

سائنسی اور تکنیکی تعلیم کی کلید پوری طرح پارٹی پالیسی ہونی چاہیئے۔ تمام مضامین کی تعلیم کی بنیاد پوری طرح پارٹی پالیسی ہونی چاہیئے اور اسے ہمارے ملک کے خصوصی حقائق سے ہم آہنگ ہونا چاہیئے۔ اس طرح ہمیں اس بات کا پوری طرح یقین ہو جانا چاہیئے کہ طالب علم وہی کچھ سیکھے جس کی ہمارے انقلاب کو اشد ضرورت ہے اور جو علم وفن

> **عام تعلیم کے مرحلے**
> **میں آرٹ کی تعلیم**
> **بھی ضروری ہے**

وہ حاصل کرے اسے قابلِ ستائش طور پر انقلابی عمل میں استعمال کرسکے۔

(۳) جسمانی تربیت

جسمانی تربیت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچوں اور طالب علموں کی جسمانی ساخت کو بہتر بنایا جائے اور انہیں اچھی طرح کام کرنے اور قوم کا دفاع کرنے کے لئے تیار کیا جاسکے۔ انقلابی جدوجہد کے لئے بچوں اور جوانوں کے جسم کا قوی ہونا ضروری ہے۔ ایک متمول اور مستحکم معاشرے کے لئے بھی اس کی ضرورت ہے۔ مؤثر جسمانی تربیت کے ذریعہ ان کی جسمانی ساخت جس قدر مضبوط ہوگی اسی قدر زیادہ قوت اور زور کے ساتھ انقلاب و تعمیر کو آگے بڑھایا جاسکے گا اور قوم کی طاقت میں اضافہ ہوگا۔

جسمانی تربیت کی اہمیت صرف اسی قدر نہیں کہ اس سے بچوں اور جوانوں کی جسمانی طاقت بڑھتی ہے بلکہ اس سے ان کی ذہنی پختگی بھی ہوتی ہے اور ثقافتی سطح بھی بلند ہوتی ہے۔ کھیل کود کی سرگرمیوں سے بچوں اور طالب علموں میں حوصلہ، جرأت، دلیری، ہمت اور مستقل مزاجی پیدا ہوتی ہے۔ ساتھ ہی کھیل کود کے کرتب اور ثقافت سے بھی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

تمام درسگاہوں کو چاہیئے کہ طلبہ کو معقول جسمانی تربیت دیں خاص طور پر ابتدائی اور ثانوی اسکولوں میں اس تربیت پر زور دینا چاہیئے تاکہ ابتدا ہی سے بچوں کی نشو و نما بہتر طور پر ہو سکے۔ اسکول میں جسمانی تربیت دیتے ہوئے طلبہ کے جسم اور مناسب جسمانی ساخت کی طرف توجہ مرکوز ہونی چاہیئے۔ اسے ہمارے ملک کے طبعی و جغرافیائی حالات، ہمارے عوام کے جسمانی ہیئت، بچوں اور طلبہ کی جنس اور جسمانی ضروریات کے مطابق ہونا چاہیئے۔

جسمانی تربیت جس کا مقصد بچوں اور طالب علموں کے جسمانی ڈھانچے کو بہتر بنانا اور مناسب طور پر ان کی جسمانی ساخت ہے، مناسب انداز سے ہونی چاہیئے یہ تربیت ایسی ہونی چاہیئے کہ قومی دفاع میں بھی کام آسکے۔

جسمانی تربیت اور کھیل کود کو مقبول عام بنانا اور لوگوں کی روزمرہ کی ضروریات میں شامل کر دینا چاہیئے۔ اسکول میں اجتماعی ورزش اور کھیل کود کا سلسلہ باقاعدہ جاری رہنا چاہیئے جس میں زیادہ سے زیادہ طلبہ حصّہ لیں۔

طلبہ کے لئے اسکول اسپورٹس کے بعد کی سرگرمیوں کو بھی وسیع پیمانے پر منظم ہونا چاہیئے۔ وسیع پیمانے پر مختلف النوع جسمانی تربیت اور کھیل کود کا بندوبست ہونا چاہیئے۔ اسکول میں فرصت کے اوقات میں ورزش، اجتماعی دوڑ، اجتماعی گیم اور کھیلوں کے مقابلے اور مختلف اسپورٹس سرکل سرگرمیاں بھی ہونی چاہئیں۔ تاکہ طلبہ برابر اپنے جسم کو قوی و توانا بناتے رہیں اور ایک سے زائد کھیلوں میں مہارت حاصل کرسکیں

(اشتہار)

بقیہ۔ ترنم کیس

کی کوئی رشتہ داری نہیں ہے نہ ہی مکان ان کی ملکیت ہے پولیس مکان کا مالک اسلام آباد میں مقیم نذیر چشتی نامی آدمی کو قرار دے رہی ہے۔

انور فاطمہ

پولیس کے دعوے سے قطع نظر انور فاطمہ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ نفسیات میں ایم اے ہے اور پبلک سروس کمیشن میں گریڈ ۱۶ کی افسر ہے ملزم تو قیر اس کا رشتے کا بھائی ہے جب کہ سگا بھائی فوج میں میجر ہے خاتون غیر شادی شدہ اور مکان میں اکیلی رہتی ہیں ان کے دفتری اوقات میں گھر کی نگرانی چوکیدار کرتا ہے۔

عزیز بیگ

ترنم عزیز کے والد عزیز بیگ ریکروٹنگ اور ٹریولنگ ایجنسی کا کام بھی کرتے ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو مشرق وسطیٰ بھیجنے کے لئے بھاری رقمیں بھی وصولی ہیں۔ جب کہ بیشتر افراد کو وہ ملک سے باہر بھیجنے میں ناکام رہے ہیں ایسے افراد عزیز بیگ سے رقم کی واپسی کے لئے اکثر و بیشتر گھر کے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بھی ترنم کے کیس کے سلسلے میں ایک نئی کڑی ثابت ہو سکتا ہے

بقیہ۔ جہاز کا اغواء

ایک بڑی تعداد ائیرپورٹ پر موجود تھی۔ جن میں بیشتر کو اسکے اغوا کی خبر مل چکی تھی۔

مسافروں کا بیان

مسافروں نے اس واقعہ کی تفصیلات بتاتے ہوئے ملے جلے ردّعمل کا اظہار کیا۔ سعید رضوی نے بتایا کہ ہائی جیکر اتنا بدحواس معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے سنجیدگی سے اس کا نوٹس نہیں لیا اور بیشتر کا خیال یہ تھا کہ اس کے پاس جو ہینڈ گرنیڈ تھا وہ اصلی نہیں تھا۔ اسی خیال نے ایک مسافر کو اس پر قابو پانے کی کوشش کرنے پر ابھارا۔ جہاز سے پاکستان میں تیل کی تلاش کے لئے او جی ڈی سی کی مدد کے لئے آنے والے دو فرانسیسی ماہرین بھی سفر کر رہے تھے۔ مسٹر لیبرا اور مسٹر روسل نے مجھے واقعہ کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا "یہ ایک بہت بڑا رسک تھا۔ اگر ہینڈ گرنیڈ ذرا زیادہ طاقتور ہوتا تو جہاز بچتا نہ ہم"

اغوا کے اس دوسرے واقعے نے دو بہت اہم سوال جواب طلب چھوڑ دیئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ نور خاں نے طیارے کے اغوا کے پچھلے واقعے میں جو رسک لیا تھا۔ اور اس طرح جو روایت قائم کی ہے وہ ہوائی سفر کی سلامتی کے لئے کس حد تک بہتر اور مناسب تھی۔ اور دوم یہ کہ اتنی بڑی اتنی بڑی ائیرپورٹ سیکیورٹی فورس جو سکھر میں ممکن ہے چھوٹے ائیرپورٹ کی وجہ سے مناسب حفاظتی اقدامات نہ کر سکی ہو۔ اسلام آباد جیسے اہم ائیرپورٹ پر ایک ہینڈ گرنیڈ کو جہاز تک پہنچنے سے کیوں نہ روک سکی۔

بقیہ۔ کھیل

ملتے جاتے ہیں اگر ان کو مناسب طریقے پر چیک نہ کیا گیا تو پاکستان ہالینڈ سے میچ جیت نہ سکے گا۔

کپتان اصلاح الدین نے ہمیں یورپی ٹیموں کے خلاف اپنے کھیل کی حکمت عملی تو نہ بتائی لیکن یہ ضرور بتایا کہ سنٹر فارورڈ شہناز کی شادی کے موقع پر ٹیم کے ممبران نے دو ہزار کے سونے کے کڑے ان کی دولہن کو تحفے میں دیئے ہمارے یہ دریافت کرنے پر کہ شہناز نے شادی میں عجلت کیوں کی۔ ورلڈ کپ سے واپس آکر بھی شادی ہو سکتی تھی۔ اصلاح الدین نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا "شاید پھر لڑکی کی جانب سے انکار ہو جاتا۔

بقیہ۔ پریس

کے اجتماعات ہوں گے، ۷ مارچ کو شام ۴ بجے روزنامہ مشرق میں کارکنوں کا اجتماع ہوگا ۸ مارچ کو شام چار بجے روزنامہ ڈان میں کارکنوں کا جلسہ ہوگا ۹ مارچ کو تین بجے روزنامہ مارننگ نیوز میں اور شام ۵ بجے روزنامہ حسن میں کارکنوں کا جلسہ ہوگا ۱۱ مارچ کو شام ۵ بجے روزنامہ ملت میں کارکنوں کا جلسہ ہوگا ۱۲ مارچ کو تین بجے سہ پہر اے پی پی میں اور شام ۵ بجے روزنامہ امن میں کارکنوں کا جلسہ ہوگا ۱۴ مارچ کو ۳ بجے سہ پہر حریت میں اور شام پانچ بجے روزنامہ ہلال پاکستان اور ہفت روزہ نصرت، الفتح، معیار میں کارکنوں کا جلسہ ہوگا۔

بقیہ۔ لاہور

ٹریفک کو کراسنگ سے دور ہی روک دینے میں مفید کام کرے گی۔

عوامی حلقوں کی رائے میں حادثات کی تحقیقات صرف اس حادثے کی وجوہ ہی تک محدود نہیں ہونی چاہیئے بلکہ مجموعی طور پر اس امر کا جائزہ لیا جائے، کہ کون سے موثر اقدامات کر کے ریلوے کراسنگ کے حادثوں کا مکمل سدباب کیا جا سکتا ہے اور ایسے اقدامات کے لئے اگر ریلوے انتظامیہ کے بھاری اخراجات میں کمی کرنی پڑے تو یہ بھی کر گذرنا چاہیئے۔

اس کے ساتھ ہی اس حقیقت سے بھی مفر نہیں کہ جس بدقسمت بس کو حادثہ پیش آیا اس میں قریباً سوا سَو ۱۲۵ افراد کو کیوں ٹھونسا گیا، اور ان کے ایک ہی بس میں ٹھونسنے کا جرم اگر ڈرائیور اور کلینر نے کیا تو اس کی کچھ وجوہ بھی تو ہوں گی،

یہ درست ہے کہ ڈرائیور اور کلینر کو کمیشن کے چار پیسے زیادہ ملنے کی توقع ہوتی ہے، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بسوں کی کمی کے باعث غریب عوام مقررہ تعداد سے دوگنا سواریوں سے بھری ہوئی بس میں بیٹھنے کا "رسک" محض اس لئے لے لیتے ہیں، کہ انہیں فیکٹریوں اور کارخانوں میں بروقت پہنچنے کی جلدی ہوتی ہے۔ اگر کالا خطائی روٹ پر سرکاری بسوں کی تعداد خاطر خواہ ہو تو لوگوں کا دماغ خراب نہیں کہ خطرہ مول لے کر ایسی بس کو ترجیح دیں، کہ سواریوں کی بہتات کے باعث بس کے کسی بھی وقت الٹ جانے کا خدشہ لگا رہتا ہو۔

مگر بسوں کی تعداد میں اضافہ ہو تو کیسے کہ ہمیں تو جذبۂ خیرسگالی کو پروان چڑھانے کے شوق میں کروڑوں روپے کی فضولیات کی درآمد سے فرصت نہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو ۲۷ فروری کو لاہور شہر کے ہنگاموں سے ذرا ہٹ کر کالا خطائی روڈ پر ستائیس افراد کی زندگی کا تاروپود یوں نہ بکھر جاتا۔ اور درجنوں افراد اعضاء سے محروم نہ ہوتے۔

اور یہ سبھی متاثرین مفلوک الحال محنت کش طبقے کے لوگ تھے۔

معیار اُن دنوں بھی
حکومت پر تعمیری تنقید کرتا تھا
جب آج کے آزاد صحافت
کے بڑے بڑے علمبردار
حکومت کی حاشیہ برداری
کو اپنا ایمان قرار دیتے تھے
معیار
1976
وزیر اعظم شہر میں ہیں ۰ چوری کی وارداتیں بڑھ گئی ہیں
سندھ پیپلز پارٹی میں گروہی کشمکش زوروں پر
بھاری اکثریت سے کامیاب کروانے والے پنجاب کے لوگ
مسائل میں مبتلا ہیں
بیٹری سسٹم کے تحت چلنے والی گاڑیاں اور مسافروں کی پریشانیاں
اسلام آباد سیکرٹریٹ فائلوں پر ہی تو کھڑا ہے
کس کا خط پڑھ کر روئے تھے؟
بولان میڈیکل کالج
۵ کروڑ کا منصوبہ ۴۰ کروڑ تک جا پہنچا

Weekly MEYAAR Karachi

Regd. No. 3052
Tel : 435673

N ILLUSTRATED WEEKLY OF UNITED PUBLICATIONS LTD.